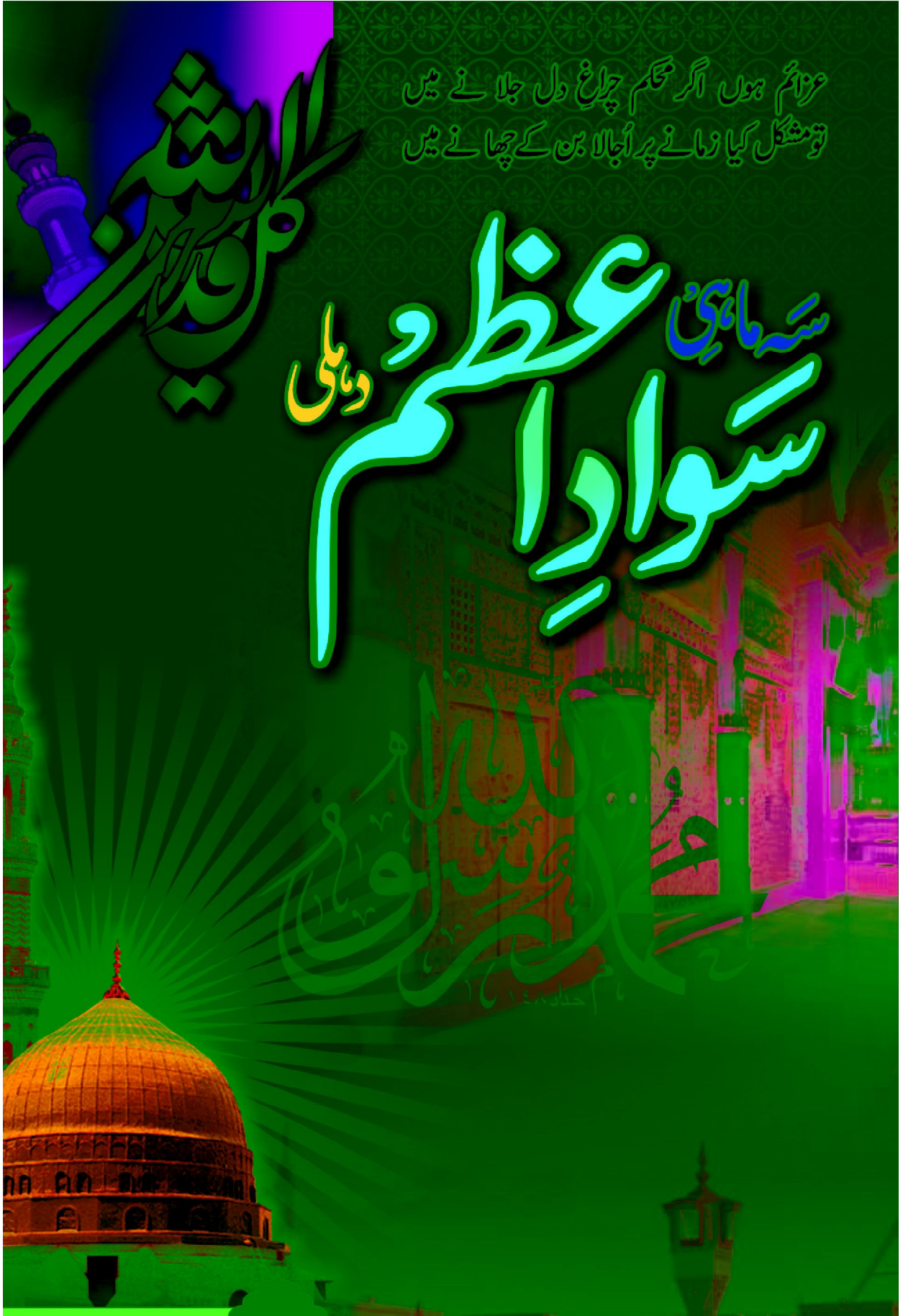


عزائم ہوں اگر محکم چرخ دل جلا نے میں
تو مشکل کیا زمانے پر اُجالا بن کے چھانے میں

سہ ماہی سوارِ اعظم دہلی

عظیم الشان
تہذیب و ثقافت
نامِ حلقہ دہلی



مشمولات سواد اعظم

| نمبر شمار | کالمز | فلم کار | عناوین | صفحہ نمبر |
|-----------|-----------------|-------------------------------|--|-----------|
| ۱ | اداریہ | غلام مصطفیٰ نعیمی | وقت آواز دے رہا ہے | ۳ |
| ۲ | تذکر قرآن | محمد منظم علی خاں نعیمی ازہری | صدرالافاضل اور ماخذ علم تفسیر | ۶ |
| ۳ | پس منظر | محمد ذوالفقار نعیمی | رسالہ السواد الاعظم ایک جائزہ | ۱۰ |
| ۴ | عصر حاضر | شعیب رضا فاطمی | موجودہ منظر نامہ اور مسلمان | ۱۴ |
| ۵ | سائنس کی دنیا | ڈاکٹر محمد پرویز عالم | بائیو فیول | ۱۷ |
| ۶ | قارئین کے خطوط | علماء و دانشوران | تاثرات | ۱۹ |
| ۷ | گوشہ تاریخ | محمد فہیم احمد ثقلینی ازہری | مسلم صحافت کا تاریخی جائزہ | ۲۶ |
| ۸ | سیرت نگاری | ڈاکٹر محمد آصف حسین | حضرت علامہ گل محمد خاں رحمۃ اللہ علیہ | ۲۹ |
| ۹ | عالمی منظر نامہ | محمد حسنین | نظریاتی اتھل پتھل کے دور میں اعتدال کی اہمیت | ۳۴ |
| ۱۰ | کھری بات | ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی | قصہ آل انڈیا تنظیموں کا | ۳۶ |
| ۱۱ | جہان نسواں | نوری قریشی | بڑا قصور وار کون مرد یا عورت | ۴۰ |
| ۱۲ | احقاق حق | صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ | وہابیوں کے مقتدا ابن تیمیہ کی شرعی تحقیق | ۴۲ |
| ۱۳ | تقابل ادیان | غلام مصطفیٰ نعیمی | ضم پرستوں کے بلند بانگ دعوے اور ان کی حقیقت | ۴۴ |
| ۱۴ | منظومات | شعراۓ اسلام | نعت، منقبت، رباعیات | ۴۸ |

☆☆☆☆

وقت آواز دے رہا ہے

غلام مصطفیٰ نعیمی

کر کے ”احقاق حق“ کا عظیم فریضہ انجام دیا ہو، جہاد کی بات ہو تو آریہ سماج کی مسلم دشمن تنظیم ”شدھی سنگھن“ کے خلاف مسلسل دو سال تک قریہ قریہ نگر نگر جا کر اہل ایمان کی حفاظت کی ہو اور ساتھ ہی کافروں کے بڑے بڑے ”دھرم گروؤں“ کو انہیں کی ماند میں لٹکا کر شکست فاش دی ہو اور جس نے جنگ آزادی کے وقت جب کہ گمراہ جماعتیں سر اٹھا رہی تھیں ”سنی کافر نس“ کے اسٹیج سے ملت اسلامیہ کی سیاسی قیادت کی ہو یقیناً ایسی ذات پر لکھنے کو دفتر کم پڑ جائیں۔ یہ مبالغہ آرائی نہیں ایک مضبوط اور ٹھوس حقیقت ہے مگر پھر بھی ایسی شخصیت پر محض خانہ پری کرنے کے لئے لکھا گیا اور صرف رسماً ہی متعارف کرایا گیا جس سے یہ عظیم ہستی جس کو شہرت کے ساتویں آسمان پر ہونا چاہیے تھا محض ایک مخصوص دائرہ اور مخصوص لوگوں میں ہی سمٹ کر رہ گئی۔

گم نام مگر نامور شخصیتیں: اہل سنت کی تاریخ میں اسے ایک المیہ ہی کہا جائے گا کہ ہم اپنی ان عظیم المرتبت شخصیتوں کی خدمات کو عام نہ کر سکے جنہوں نے زمانے پر اپنی خدمات کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں ان زمانہ شناس ہستیوں میں حضرت صدر الافاضل کے علاوہ بھی بڑی مایہ ناز شخصیتیں موجود ہیں ان میں اعلیٰ حضرت کے شاگرد رشید حضرت محدث اعظم ہند، فاضل بریلوی کے خلف اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں، شدھی تحریک میں ایک اہم رول ادا کرنے والے حضرت مولانا سید قطب الدین برہمچاری، آپ کے شاگرد مولانا غلام قادر اشرفی، امام النجی مولانا غلام جیلانی میرٹھی، مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن اڑیسوی، قاضی شمس الدین جو پوری اور علامہ عبدالرشید خاں فتح پوری جیسی عظیم شخصیتیں شامل ہیں ان میں سے ہر ایک اوج ثریا پر چمکنے والے ستارے کی طرح ہے مگر افسوس ہماری غفلتوں کے بادل نے ان عظیم

وہ گھڑی کتنی خوبصورت تھی جب میں نے درس نظامی کی اعلیٰ تعلیم کے لئے اہل سنت کی عظیم دینی درس گاہ ”جامعہ نعیمیہ“ دیوان بازار مراد آباد میں قدم رکھا صدر دروازہ سے ہوتے ہوئے چند قدم کے فاصلے پر دفعتی جانب مسجد ہے اور اس کے ٹھیک برابر میں ایک مزار پر انوار مرجع خلائق ہے جہاں ایک مرد خدا اپنے مرقد میں محو آرام ہے اسی مرد خدا کو دنیا استاذ العلماء فخر الاماثل صدر الافاضل الشاہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ الہادی کے نام نامی سے جانتی ہے۔

جامعہ نعیمیہ آنے سے قبل حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے بارے میں صرف اتنا جانتا تھا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے ترجمہ قرآن ”کنز الایمان“ پر جو تفسیری حاشیہ درج ہے وہ آپ کے ہی قلم حق رقم سے نکلا ہوا شاہکار ہے اس کے علاوہ کچھ اور تھوڑی بہت معلومات تھی مگر کما حقہ خدمات کا علم نہیں تھا لیکن جب جامعہ میں قدم رکھا اور تلاش و جستجو کا دور شروع ہوا تو پتا چلا کہ جس شخصیت کو ہم صرف کنز الایمان پر تفسیر لکھنے والی ذات کے طور پر پہچانتے تھے وہ ذات اپنے آپ میں ایک ایسی انجمن ہے جس پر لکھنے اور سمجھنے کے لئے دفاتروں کے دفترم پڑ جائیں۔ ان کی خدمات کو شمار کرنے لگیں تو ایسا محسوس ہو کہ وہ انسان تھے یا فوق الفطرت مخلوق اور کیوں نہ ہو جو ذات محض اکیس برس کی نئی عمر سے ہی ملت کی قیادت و سربراہی کرنے میدان میں اتر آئی ہو، جس نے تدریس کو اختیار کیا تو رجال ساز علماء کی ایک پوری کھیپ تیار کر دی، تصنیف کی طرف رخ کیا تو دلکش اسلوب تحریر، ذہن و دماغ میں اتر جانے والے سادہ مگر ٹھوس دلائل، مضبوط قوت استدلال اور اپنی نکتہ سنجی سے اپنے تو اپنے بے گانوں کے دلوں میں جگہ بنالی ہو، تقریر کی طرف مائل ہوئے تو بڑے بڑے زبان دانوں کو عاجز و ساکت

المرتبہ ہستیوں کی ضیاء بارکروں سے ملت اسلامیہ کو محروم کر دیا۔

السواد الاعظم اور مقصد اجراء: اوپر ذکر کی گئی ہستیوں کے مبارک دور میں یہ رسالہ ”السواد الاعظم“ مطبع نعیمی مراد آباد سے جاری کیا گیا جس کے مدیر تاج العلماء حضرت مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ بھی انہیں لوگوں میں شامل ہیں جو نامور ہوتے ہوئے بھی ہماری تساہلی وغفلت کی بنا پر گنہگار ہیں اس رسالے کے اجراء کا پس منظر یہ ہے کہ جب جنگ آزادی کا دور چل رہا تھا ہر طرف فتنوں اور ہنگاموں کا بازار گرم تھا ایک طرف سات سمندر پار سے آیا ہوا دشمن تھا تو دوسری طرف اقتدار کی ہوس میں اپنی طاقت ونفری کو متحد کر رہے ہندو تھے مسلمان ۱۸۵۷ء کے انقلاب کی وجہ سے انگریزوں کی نگاہ کا کٹا بنے ہوئے تھے اس لئے تباہی و بربادی اور قتل و غارت گری انہیں کے نصیب میں آئی جیسے تیسے مسلمان کھڑے ہوئے تو منظر کافی بدل چکا تھا اب انگریز اور اہل ہندو کے علاوہ مسلمانوں ہی میں سے کچھ افراد گمراہ ہو کر میدان عمل میں اترے اور خود کو قوم مسلم کے لیڈر کے طور پر منوانے میں لگ گئے اور اپنے اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے انہوں نے محض تقریروں ہی پر تکیہ نہیں کیا بلکہ تحریروں و صحافت کو بھی اپنا یا۔ سرسید احمد خاں کا ”سائنٹفک سوسائٹی“ اور تہذیب الاخلاق مولانا آزاد کا ”الہلال“ اور البلاغ“ اور ظفر علی خاں کا ”زمیندار“ سب نے ان کے مشن کو مضبوطی سے پھیلایا جب کہ سنی دنیا معیاری صحافت سے تقریباً خالی تھی نہ ہی اپنا کوئی مضبوط اخبار تھا اور نہ ہی کوئی ماہنامہ، سہ ماہی، ہفت روزہ، ماہی اور سالنامہ خود صدر الافاضل علیہ الرحمہ ابتداً مولانا آزاد کے اخبار ”الہلال“ میں لکھتے تھے مگر جب مولانا آزاد کو اپنے اسلاف کے راستے سے منحرف ہوتے دیکھا تو آپ نے ان کے اخبار کے لئے لکھنا بند کر دیا اور اہل سنت کا خود کا پرچہ نکالنے کے لئے کمر بستہ ہو گئے اس طرح ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ مطابق دسمبر ۱۹۱۹ء میں یہ رسالہ جاری ہوا جس کے اغراض و مقاصد مدیر رسالہ نے خود اس طرح بیان کئے ہیں۔ (۱) مذہب مقدس کی حمایت و حفاظت (۲) دشمنان دین اور مخالفین اسلام کے حملوں کی مدافعت اور متانت

و سنجیدگی کے ساتھ ان کے اعتراضات کا رد کرنا۔ (۳) فرقہ بندی کو شکست دینا (۴) مسلمانوں کو اسلامی اخلاق اور معاشرت کی تعلیم دینا۔ (۵) گزرے زمانے کو واپس لانا۔ (۶) ناواقف مسلمانوں کو مذہب سے واقف کرانے کی کوشش کرنا۔ (۷) مسلمانوں کی دینی اور دنیوی زندگی کو کامیاب بنانا۔ (السواد الاعظم مراد آباد شمارہ: ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ)

اس طرح روز اول سے ہی ”السواد الاعظم“ قوم کی خدمت کرتا رہا، مخالفین اسلام کی ہرزہ سرائیوں پر زبردست گرفت، انگریزی حکومت کے غلط اقدامات پر مواخذہ اور کانگریس و گاندھی کی دورخی پالیسی کو بے نقاب کرتا رہا، ہر محاذ پر چاہے وہ خالص مذہبی ہو، سماجی ہو سیاسی ہو یا دیگر کوئی معاملہ ہر مسئلے پر مضبوط انداز میں بے باک رائے دینا اس رسالے کا طرہ امتیاز رہا۔ تمام طرح کے مدو جدر نشیب و فراز سے جو جھٹتے ہوئے آخر یہ رسالہ ۱۳۵۳ھ میں بند ہو گیا اور ساتھ ہی بند ہو گیا سنی دنیا کا ایک مضبوط باب صحافت۔ زمانہ گزرتا رہا، راتیں آتی رہیں، دن ڈھلتے رہے یہاں تک کہ ”السواد الاعظم“ کے سرپرست اعلیٰ اور مدیر دونوں اپنے خالق حقیقی سے ملے اس کے بعد یہ رسالہ قصہ پارینہ ہو گیا لوگوں کی یادداشتوں سے محو ہونے لگا مگر بے نشانوں کے نشان مٹتے نہیں خوش گوار ہوائیں چلیں، موسم بدلا، پرندے چھپھائے، کونکلیں گنگنائیں اور لاہور کی سرزمین سے ایک مرد قلندر نے کمر کسی اور السواد الاعظم کو ہفت روزہ بنا کر سواد اعظم کے نام سے ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۸ء کو جاری کر دیا۔

تبدیلی فطرت کا قانون ہے اور اسے تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں یہی صورت حال یہاں بھی پیش آئی السواد الاعظم اب سواد اعظم، ملک ہندوستان کی بجائے پاکستان شہر مراد آباد کی بجائے لاہور اور مدیر تاج العلماء کی بجائے مفتی غلام معین الدین نعیمی ہو چکے تھے۔

ہفت روزہ کی صورت میں سواد اعظم کا سفر جاری رہا اس دوران ہفت روزہ سے پندرہ روزہ بھی بنا اور آخر کار اپنے مدیر اعلیٰ کے وصال

سے پہلے اسی رسالے سواد اعظم کی مشکلات تھیں جو قارئین کے ذریعہ زرسالانہ نہ بھیجنے کی وجہ سے ہوتی تھیں اس کے علاوہ سنی دنیا میں ایسے جراند و رسائل کی کمی نہیں ہے جو محض سرمایہ نہ ہونے یا قارئین کے سست رویے کی وجہ سے زیادہ دن نہیں چل سکے۔ میرے بعض بہی خواہوں نے مجھ سے بھی کہا کہ یہ کام نہ کرو بڑا مشکل ہے، راستہ کٹھن ہے مگر پھر بھی میں نے اس راستے کو چنا کیوں کہ میں ان مشکلات کا سامنا کرنا چاہتا تھا جو ہمارے اکابر کو پیش آئیں، میں اس راستے پر چلنا چاہتا تھا جہاں سے ہمارے کرم فرما بزرگ گزرے صرف یہ سوچ کر کہ انہوں نے زیادہ تر پریشانیاں خود اٹھا کر ہمارے لئے کام آسان کر دیا ہے، کٹھن راستوں پر چل کر وہ ہمارے لئے راحت کا سامان مہیا کر گئے ہیں اور پھر ایک بندے کو صرف اپنی کوشش پر دھیان دینا چاہئے نتیجہ پر نہیں نتیجہ اللہ کے ہاتھ ہے ہم اپنا کام کریں نتیجہ خدا کے سپرد کریں یہی شان مومن ہے اور یہی ہمارا ایمان۔

قارئین سے محض ایک گزارش:

اگر عظمت رفتہ کو پانا ہے تو انفرادی سطح پر خود کو بدلنا ہوگا دوسروں میں کمی بتا کر آپ اپنی ذمہ داریوں سے سبک دوش نہیں ہو سکتے آپ بھی ملت کے فرد ہونے کی حیثیت سے اس کے مقدر کا ستارہ ہیں آپ اپنی روشنی وقت غلط محل میں کیوں ضائع کر رہے ہیں؟ آخر کب تک دوسروں کے سر ذمہ داری ڈال کر ہم بچتے رہیں گے؟ ہماری بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں ہر شخص انفرادی طور پر اپنی ذمہ داریاں نبھائے اجتماعیت خود بخود پیدا ہو جائے گی۔ چلے! اٹھئے! کھڑے ہو جائیں! کمر کس لیں! آگے بڑھیں اور اپنی ذمہ داریاں نبھانے میں لگ جائیں اب وقت دوسرے کا منہ ٹکنے کا نہیں ہے آگے بڑھ کر شروعات کرنے کا ہے اٹھیں اور اپنے مذہب و مسلک کی حفاظت اور اس کی اشاعت میں جٹ جائیں وقت آپ کو پکار رہا ہے۔ ع

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

☆☆☆

کے ساتھ ہی سواد اعظم بھی رخصت ہو گیا۔ آج سواد اعظم کو بیکل رسالہ رخصت ہوئے تقریباً ۸۷ سال گزر چکے ہیں موسم نے پھر انگڑیاں لی ہیں، ستارے بھی مسکرا رہے ہیں چاندنی میں بھی خوبصورتی معلوم ہوتی ہے سورج پورے جوش و خروش سے نکل رہا اور ساتھ ہی نکل رہا ہے بزرگوں کا محبوب و معتمد رسالہ سواد اعظم جواب ماہنامہ ہفت روزہ نہیں بلکہ سہ ماہی ہے جائے اشاعت مراد آباد دولا ہو رہی نہیں دارالسلطنت دہلی ہے۔

سواد اعظم کی اشاعت کیوں؟ قریب ۷۰

سال کے بعد اس رسالے کی اشاعت کا مقصد اپنے اکابرین کے اس مشن کو آگے بڑھانا ہے جسے انہوں سخت ترین حالات میں بھی رکھ نہ دیا لیکن ان کے وصال کے بعد یہ مشن بھی رکا، اسلام پر اعتراضات کا سلسلہ دراز ہوا، سنیت میں اختلاف نے پیرسپارے، خانقاہوں میں خلیج بڑھی، دعوت و تبلیغ کے میدان ہم سے چھوٹے جہاں آج اغیار قابض ہیں، مشربی رنگ اتنا گاڑھا ہو گیا کہ اپنے مخصوص بزرگوں کے سوا غیر خانقاہ و مدارس سے وابستہ اکابر کا نام لینا جرم ہو گیا اور ہمارے وہ بزرگ جنہوں نے ساری زندگی اپنے خون جگر سے اسلام کے پودے کو سینچا ان کو ہمارے مشربی تعصب نے گنہگار بنا دیا خود پرستی میں ایسے غرق ہوئے کہ اپنے سوا سب حقیر و کمتر نظر آنے لگے یہی وہ وجوہات تھیں جنہوں نے قلب و ذہن جھنجھوڑ کر رکھ دیا ضرورت محسوس ہوئی کہ صدر الافاضل کی اس فکر کو عام کیا جائے جس نے اس عہد میں خانقاہوں کے باہمی اختلافات ختم کرائے، اکابر علماء کی خلیج کو پاٹا، پوری سنیت کو ایک پلیٹ فارم پر کھڑا کیا اور مشربی تعصبات سے اوپر اٹھ کر اسلام و سنیت کے لئے متحد ہونے کا پیغام دیا اور اس کے لئے صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے رسالے سے اچھا سلیج شاید ہی ہو سکتا تھا۔

آخری بات: کسی بھی رسالے کو جاری کرنا اور اسے چلائے رکھنا جوے شیر لانے سے کم نہیں اس راہ میں پیرزنی ہو جاتے ہیں، حوصلے ٹوٹ جاتے ہیں، ناامیدیاں گھیرا تنگ کر دیتی ہیں۔ مجھے بھی ان سب پریشانیوں کا علم ہے میرے سامنے سب

صدر الافاضل اور ماخذ علم تفسیر

محمد منظم علی خان نعیمی ازہری

محترم و مکرم حضرت مولانا غلام مصطفی صاحب قبلہ زید مجدکم

ہدیۃ تسلیمات وافرہ قبول باد

خیریت طرفین احسن مطلوب بعد ماہوالمسنون

چند اور اق عجلت میں سپرد قرطاس کئے قلت وقت کے سبب تحقیقی مضمون نہ لکھ سکا اور نہ ہی وقت موصول ہوا کہ نظر ثانی کی جاسکے آپ کو کلی اختیار ہے اگر کوئی بات قابل گرفت ہو تو اس کی اصلاح فرمادیں اور کمی زیادتی کرنی ہو تو اپنے اعتبار سے آپ کو اختیار ہے ان شاء اللہ آئندہ شمارہ میں کوشش رہے گی کہ مضمون تحقیقی ہو، اخیراً آپ کو سواد اعظم کے اجراء پر دل کی اتھاہ گھرایوں سے مبارک باد پیش کر رہا ہوں اور مولائے کریم کی بارگاہ میں دعا ہے مولیٰ تعالیٰ آپ کے حوصلوں میں مزید قوت عطا فرمائے۔

جام سے جام نکرائے۔ کیف و سرور میں غریب عالم کو ساحل کی زمانہ نازک آغوش کے حوالے فرمایا تو ہاتھ غیبی کی صدائیں محو و بدست گلوں کی قوت سماعت کے پردوں سے متصادم ہوئیں تو خمارے کا پردہ چاک کرتے ہوئے جنون استیقاظ تک پہنچی اور ایک پردہ غیب سے مفسر اعظم کا وجود ہوا اور ۲۱ صفر المظفر کے ماہ کو ۱۳۰۰ھ میں دنیا کو اپنے وجود سے مشرف فرمایا آپ کا اسم گرامی محمد نعیم الدین لقب صدر الافاضل اور تاریخی نام کا آپ کا غلام مصطفیٰ تجویز ہوا آپ کے والد گرامی حضرت مولانا سید محمد معین الدین نزہت (۱۳۳۹ھ) مولانا محمد عمر نعیمی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں استاذ مکرم حضرت مولانا سید محمد گل قدس سرہ العزیز کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور ایک عالم کو فیضاب فرمایا اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے بھی آپ کو خلافت عطا ہوئی تھی، صدر الافاضل کا علمی معیار اتنا بلند تھا کہ آپ بیک وقت مروجہ علوم کے علاوہ فن حدیث، فنون عقلیہ، علم التوقیت، اخلاق کریمانہ، سخاوت دارالافتاء اور علم طب میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ۱۳۲۸ھ میں آپ نے مراد آباد میں مدرسہ انجمن اہل سنت و جماعت کی بنیاد رکھی جس میں معقول و منقول کی تعلیم کا علمی پیمانے پر

قارئین کرام! صدر الافاضل اور ماخذ تفسیر پر خامہ فرسائی سے قبل مناسب ہے کہ صدر الافاضل کا مختصر تعارف اور صدر الافاضل کی علمی حیثیت کو اجاگر کر دیا جائے جس سے قارئین کو صدر الافاضل اور ماخذ علم تفسیر کے سمجھنے میں کسی وقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

گردش لیل نے انگڑائی لی تو دفعتاً خورشید نے اپنی درخشندگی افلاک کی آغوش سے نشر کی اور عالم سفلی کو جگمگایا۔ نیر تاباں کی ضیاء پاتے ہی نسیم سحر نے اپنے آنچل میں محبوب شبنم کے درنایاب کو اجزاء تراب پر بسنے والے بناتات کے دامن میں انڈیل کر حیات نو کا تاج زریں عطا کیا۔ حیات پاتے ہی کلیوں کی جوانی گلوں کی وارفتگی نے سادہ لوح طیور کے پائے ناز میں پازیب کی زنجیر جکڑ کر رقص کی منزلوں سے ہم کنار کرایا۔ پازیب کی جھنکار پاتے ہی عالم ارضی میں پھیلے ہوئے انسانوں کو غفلت نوم کے دام سے آزاد کرا کر بیداری کی شمع روشن کی شمع کی چلی پاتے ہی پروانوں کے امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح سواد اعظم نے شمع کو اپنے مژگاں کی زینت بنا کر مضطرب و مضطرب قلوب کے سسکیوں بھرے نالوں کی صدا العطش العطش کی تشنگی کو کيفر کردار کا حلہ زیب تن کرایا۔ مسرت و شادمانی کے

انتظام کیا گیا۔

۱۳۵۲ھ میں حضرت صدر الافاضل کی نسبت سے اس کا نام جامعہ نعیمیہ رکھا گیا حضرت صدر الافاضل نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی بیس سال کی عمر میں علم مصطفیٰ پر طعن و تشنیع کرنے والوں کا ردِ بلیغ فرمایا اور الکلمۃ العلیا کی شکل میں قرآن وحدیث سے مبرہن و مرصع جیسا تحفہ قوم مسلم کو عطا فرما کر اہل حق کی جماعت میں اپنا نام درج فرمایا آپ کی مناظرانہ صلاحیت کا سب نے لوہا مانا خاصہ آپ کو ردِ عیسائیت، آریٹ، خارجیت، قادیانیت اور غیر مقلدیت میں وہ مہارت تامہ حاصل تھی جس کی مثال کم ہی اس دور میں پائی جاتی تھی۔ آپ کا وصال پر ملال بروز جمعہ المبارک ۱۸/۱۲/۱۳۶۸ھ بمطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء رات کے بارہ بج کر پچیس منٹ پر ہوا اور آپ اس دار فانی سے سوئے فردوس روانہ ہوئے اور دنیا سے سنیت کو عظیم صدمے سے دوچار کر گئے آپ کی آخری آرام گاہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد کی مسجد کے بائیں گوشہ میں بنائی گئی۔

تفسیر اور اس کے ماخذ سے قبل مناسب ہے کہ پہلے تفسیر کے مفہوم کو سمجھا جائے۔ لفظ تفسیر دراصل فسر سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں کھولنا اور اس علم میں چوں کہ قرآن کریم کے مفہوم کو واضح اور کھول کر بیان کیا جاتا ہے اسی لئے اسے علم تفسیر کہتے ہیں چنانچہ قدیم زمانے میں تفسیر کا اطلاق قرآن کریم کی تشریح ہی پر ہوتا ہے اسی لئے علامہ زرکشی نے البرہان فی علوم القرآن میں علم تفسیر کی یہ تعریف کی ہے علم يعرف به فهم کتاب اللہ المنزل علی نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم و بیان معانیہ واستخراج احکامہ وحکمہ۔ یعنی وہ علم جس سے قرآن کریم کا فہم حاصل ہو اور اس کے معانی کی وضاحت اور اس کے احکام اور حکمتوں کا استنباط کیا جاسکے (البرہان فی علوم القرآن ص ۱۳) اب علم تفسیر جن تفصیلات کو شامل ہے اس کی اصطلاحی تعریف علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں یوں بیان فرمائی ہے علم یبحث فیہ عن کیفیۃ النطق بالفاظ القرآن ومدلولاتها واحکامها الافرادية والترکیبیه ومعانیہا التي تحمل علیہا حالة التركيب وتتماست لذلك۔ یعنی علم تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی ادائیگی کے طریقے ان کے مفہوم ان کے انفرادی اور ترکیبی احکام اور

ان معانی سے بحث کی جاتی ہے جو ان الفاظ سے ترکیبی حالت میں مراد لئے جاتے ہیں نیز ان معانی کا مکملہ نسخ و منسوخ شان نزول اور مبہم قصوں کی توضیح کی شکل میں بیان کیا جاتا ہے۔ (روح المعانی لکھنؤ ص ۱۴ ج ۱)

اس تعریف کی روشنی میں علم تفسیر مندرجہ ذیل اجزاء پر مشتمل ہے (۱) الفاظ قرآن کی ادائیگی کے طریقے یعنی الفاظ قرآن کو کس کس طریقے سے پڑھا جاسکتا ہے اور اس مقصد کے لئے ایک مستقل علم قرأت کے نام سے موجود ہے (۲) الفاظ قرآنی کے مفہوم یعنی ان کے لغوی معنی اس کام کے لئے علم لغت سے پوری طرح باخبر ہونا ضروری ہے (۳) الفاظ کے انفرادی احکام یعنی ہر لفظ کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ اس کا مادہ کیا ہے اس کا وزن کیا ہے۔ موجودہ صورت میں کس طرح آیا ہے ان باتوں کے لئے علم صرف کی ضرورت پڑتی ہے۔

(۴) الفاظ کے ترکیبی احکام یعنی ہر لفظ کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ وہ دوسرے الفاظ کے ساتھ مل کر کیا معنی دے رہا ہے اس کام کے لئے علم خوا اور علم معانی سے مدد لی جاتی ہے (۵) ترکیبی حالت میں الفاظ کے مجموعی معنی یعنی پوری آیت اپنے سیاق و سباق میں کیا معنی دے رہی ہے (۶) معانی کے ٹکڑے یعنی آیات قرآنی کا پس منظر اور جو بات قرآن کریم میں مجمل ہے اس کی تفصیل میں غور و خوض کے لئے زیادہ تر علم حدیث سے کام لیا جاتا ہے۔

تفسیر اور تاویل: قدیم زمانے میں تفسیر کے لئے ایک اور لفظ تاویل بھی بکثرت استعمال ہوتا تھا اور خود قرآن کریم نے بھی اپنی تفسیر کے لئے یہ لفظ استعمال فرمایا ہے وما یعلم تأویلہ الا اللہ بعدہ علماء میں اس مسئلہ کو لے کر شدید اختلاف واقع ہو گیا آیا لفظ تاویل و تفسیر مترادف لفظ ہیں یا ان کے مابین امتیاز و افتراق ہے اس بارے میں علماء کے اجمالاً چند اقوال قارئین کی نظر ہیں علامہ جلال الدین سیوطی اپنی معرکۃ الآراء کتاب الاقناع فی علوم القرآن میں یوں رقم طراز ہیں (۱) تفسیر ایک ایک لفظ کی انفرادی تشریح کا نام اور تاویل جملے کی مجموعی تشریح کا (۲) تفسیر الفاظ کے ظاہری معنی بیان کرنے کو کہتے ہیں اور تاویل اصل مراد کی توضیح کو (۳) تفسیر یقین کے ساتھ تشریح کرنے کو کہا جاتا ہے اور تاویل تردد کے ساتھ تشریح کرنے کو (۵) تفسیر الفاظ کا مفہوم بیان کر دینے کا نام ہے اور تاویل

کو اپناتے ہوئے تفسیر القرآن بالقرآن سے تفسیر فرما کر یہ واضح و آشکار فرمادیا کہ تفسیر کے اصول و ضوابط پر جو نظر صدر الافاضل کی ہے وہ کسی اور کا حصہ نہیں۔

حضرت صدر الافاضل نے اپنی حاشیہ نمائندگی میں دوسرا ماخذ احادیث نبوی کو بنایا ہے اور کیوں نہ بنائیں کہ وہ شارع اسلام زبان مقدس سے نکلے ہوئے شہ پارے ہیں جس نے اجمال و تشابہات کو خوب خوب واضح فرمادیا اور قرآن نے خود اس کی وضاحت فرمائی کہ سرکار دو عالم کو اس دنیا میں مبعوث فرمانے کا مقصد یہی تھا کہ آپ اپنے قول و فعل سے آیات قرآنی کی تفسیر فرمائیں اور کی روشن مثال سورہ نحل میں ہے وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ۔ ترجمہ ہم نے قرآن آپ پر اس لئے نازل کیا کہ آپ لوگوں کے سامنے وہ باتیں وضاحت سے بیان فرمادیں جو ان کی طرف نازل کی گئی ہیں۔ مزید اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ اسرار و رموز قرآن سکھائے۔ ارشاد ربانی ہے الرحمن علم القرآن قرآن اللہ نے آپ کو سکھایا اس لئے فرمان نبوی کا ایک ایک ارشاد قرآن کی تفسیر و تشریح کی حیثیت رکھتا ہے اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اصل ماخذ احادیث نبویہ ہی ہے حضرت صدر الافاضل کی احادیث پر اتنی گہری نظر تھی کہ جب بھی قرآن کی تفسیر بیان فرماتے تو اس کی دلیل میں احادیث کریمہ کا ضرور ذکر فرماتے خزانہ العرفان کے اوراق کو الٹتے جاؤ احادیث کریمہ کے آپ کو انبار نظر آئیں گے مزید وضاحت کی ضرورت نہیں مثالیں بے شمار ہیں۔

تیسرا ماخذ: اقوال صحابہ ہے جن حضرات نے قرآن کریم کی تعلیم براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی وہ صحابہ کرام ہیں ان میں سے بعض حضرات نے اپنی زندگی اسی کام کے لئے وقف کی ہوئی تھی کہ قرآن کریم اور اس کی تفسیر اور تعلقات کو براہ راست آپ کے اقوال و افعال سے حاصل کریں یہ حضرات اہل زبان بھی تھے اور نزول قرآن کے ماحول سے پوری طرح باخبر بھی لیکن انہوں نے اپنی زبان دانی پر بھروسہ کرنے کے بجائے قرآن کریم کو سبقاً سبقاً آپ سے پڑھا امام ابو عبد الرحمن سلمی مشہور تابعی عالم ہیں وہ فرماتے ہیں حدثنا الذين كانوا يقرءون القرآن كعثمان بن عفان وعبدالله بن مسعود وغيرهم انهم

اس مفہوم سے نکلنے والے سبق اور نتائج کی توضیح کا۔ علم تفسیر کے اس مختصر تعارف کے بعد سب اہم بحث یہ ہے کہ تفسیر قرآن کے ماخذ کیا ہیں یعنی وہ کیا ذرائع ہیں جن سے ہم کسی آیت کی تفسیر معلوم کر سکتے ہیں سب سے پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ آیات قرآنی دو قسم کی ہیں بعض آیات تو اتنی واضح اور صاف ہیں جو عربی لغت سے دلچسپی رکھنے والا ان کے مطالب سے بخوبی واقف ہو جائے گا، اسی لئے ایسی آیات میں کسی اختلاف رائے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ایسی آیات کی تفسیر کا ماخذ لغت عرب ہے۔ عربی زبان پر ماہر نہ نظر اور عقل سلیم کے سوا ان کا مطلب سمجھنے کے لئے کسی چیز کی ضرورت نہیں لیکن دوسری قسم ان آیات کی ہے جن میں کوئی اجمال ابہام یا تشریحی دشواری پائی جاتی ہے اس لحاظ سے تفسیر قرآن کے کل چھ ماخذ ہیں (۱) خود قرآن کریم (۲) احادیث نبویہ (۳) صحابہ کرام کے اقوال (۴) تابعین کے اقوال (۵) لغت عرب (۶) عقل سلیم۔ صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے اپنی معرکہ الاراء حاشیہ نمائندگی خزانہ العرفان میں ان مذکورہ ماخذ سے استدلال فرمایا ہے تمام ماخذ کی قدرے تفصیل قارئین کی نظر ہے۔

پہلا ماخذ خود قرآن کریم: تفسیر قرآن کا ماخذ اول خود قرآن کریم ہے یعنی اس کی آیات بعض اوقات ایک دوسرے کی تفسیر کر دیتی ہیں ایک جگہ کوئی بات مبہم انداز میں کہی جاتی ہے اور دوسری جگہ اس ابہام کو رفع کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً سورہ فاتحہ شریف میں ارشاد ربانی ہے۔ اهدنا الصراط المستقیم صراط الذين انعمت عليهم۔ ہم کو سیدھا راستہ چلا راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا (یعنی انعام کیا) (کنز الایمان)

یہ بات واضح نہیں کی گئی کہ جن لوگوں پر انعام فرمایا گیا ہے ان سے کون لوگ مراد ہے لیکن دوسری جگہ ارشاد ہے۔ اُولَئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء صدیقین شہداء اور نیک لوگ اس طرح کی قرآن مقدس میں بہت مثالیں موجود مگر طول فاحش سے اجتناب کے سبب بس ایک دو مثالوں پر اکتفا کروں گا اس کو تفسیر القرآن بالقرآن کہا جاتا ہے۔ صدر الافاضل نے جہاں دیگر ماخذ سے استدلال فرمایا وہیں صدر الافاضل نے سیوطی و رازی کے منہج

اس سلسلے میں بہترین محاکمہ فرمایا ہے خلاصہ یہ ہے کہ تابعی اگر کوئی تفسیر کسی صحابی سے نقل کر رہا ہو تو اس کا حکم وہی ہے جو صحابہ کرام کی تفسیر کا ہے اور اگر خود اپنا قول بیان کرے تو یہ دیکھا جائے گا کہ دوسرے کسی تابعی کا قول اس کے خلاف ہے یا نہیں اگر کوئی قوی دلیل اس کے خلاف موجود تو اس وقت تابعی کا قول حجت نہیں ہوگا۔ بلکہ اس آیت کی تفسیر کے لئے قرآن کریم لغت عرب احادیث نبویہ آثار صحابہ اور دوسرے شرعی دلائل پر غور کر کے کوئی فیصلہ کیا جائے گا اور اگر تابعین کے درمیان کوئی اختلاف نہ ہو تو اس صورت میں بلاشبہ ان کی تفسیر حجت اور واجب الاتباع ہوگی۔ (جماری)

☆☆☆

خوش خبری

جماعت اہل سنت کے لئے یہ خبر یقیناً انتہائی خوش آئند ہوگی کہ مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی نعتیہ شاعری کی خوبیوں پر لکھی گئی مناظر اہل سنت حضرت علامہ عبدالستار ہمدانی رضوی برکاتی کی کتاب ”فہم شاعری اور حسان الہند“ روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی کے ریفرنس کتابوں کے نصاب میں شامل کر لی گئی ہے۔ جس سے عصری اداروں میں بھی اعلیٰ حضرت کی عبقریت کی گونج سنائی دے گی۔ اپنی اس کوشش کے لئے محترم ڈاکٹر محمد آصف حسین مدرس شعبہ عصری علوم جامعہ نعیمیہ مراد آباد لائق مبارک باد ہیں کہ ان کی محنتوں سے فاضل بریلوی پر لکھی گئی کتاب آج یونیورسٹی کے نصاب میں شامل ہے ادارہ تمام اہل سنت کی جانب سے ان کی اس مخلصانہ کوشش پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔ اور امید کرتا ہے ڈاکٹر موصوف اور باقی تمام سنی حضرات اپنی اپنی سطح پر اسی طرح فکر و رضویات کو عام کرنے میں تعاون کرتے رہیں گے۔

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری
گھر گھر لئے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا
(ادارہ)

كانوا اذا تعلموا من النبي صلى الله عليه وسلم
عشرايات لم يتجاوزوها حتى يعلموا ما فيها من العلم
والعمل۔ (الاتقان فى علوم القرآن للسيوطى ص ۱۷۶)
ترجمہ: (صحابہ کرام میں سے) جو حضرات قرآن کریم کی تعلیم دیا
کرتے تھے۔ مثلاً حضرت عثمان اور حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ
انہوں نے ہمیں بتایا کہ جب وہ آپ سے دس آیتیں سیکھتے تو ان سے
اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے جب تک کہ ان آیتوں کی تمام علمی
و عملی باتوں کا علم حاصل نہ کر لیں۔ مثلاً ان اللہ یا مہر بالعدل
والاحسان۔ حضرت عباس فرماتے ہیں احسان سے مراد لا الہ الا
اللہ کی گواہی اور نیکی و فرائض کی ادائیگی کرنا ہے اس کو تفسیر القرآن
باقوال الصحابہ کہا جاتا ہے۔ اس طرح کی مثالیں خزائن العرفان میں
کثیر تعداد میں موجود ہیں جہاں صدر الافاضل کی نظر احادیث کریمہ
پر ہے وہیں اقوال صحابہ بھی ان کی نظر سے پنہاں نہیں اسے کہتے ہیں
وقت نظر، صحابہ کرام کے اقوال کے بارے میں صدر الافاضل کی تحقیق
لائق تحسین ہے حضرت صدر الافاضل اتقان و برہان کے حوالے سے
چند باتیں ذکر فرماتے ہیں (۱) صحابہ کرام کے تفسیری اقوال میں بھی
صحیح و قسیم ہر طرح کی روایتیں ملتی ہیں لہذا ان اقوال کی بنیاد پر کوئی
فیصلہ کرنے سے پہلے اصول حدیث کے مطابق ان کی تحقیق و تفحص
ضروری ہے (۲) صحابہ کرام کے اقوال اس وقت حجت ہوں گے
جب کہ نبی کریم علیہ السلام سے آیت کی کوئی صریح تفسیر مستند طریقے
سے ثابت نہ ہو (۳) جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تفسیر مستند
روایت میں منقول نہ ہو اور صحابہ کرام کی بیان کی ہوئی تفسیروں میں
کوئی اختلاف نہ ہو۔ وہاں انہی کے اقوال کو اختیار کیا جائے گا (۴)
جہاں صحابہ کی بیان کردہ تفسیروں میں کوئی اختلاف ہو وہاں اولاً تو یہ
دیکھا جائے گا کہ ان مختلف اقوال میں کوئی ہم آہنگی ہو سکتی ہے یا نہیں
اگر ممکن ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا اور اگر اختلاف ناقابل تطبیق ہو تو
ایک مجتہد جس قول کو دلائل سے لحاظ سے زیادہ مضبوط پائے اسے
اختیار کر سکتا ہے۔

چوتھا ماخذ: اقوال تابعین سے مراد وہ حضرات ہیں
جنہوں نے صحابہ کرام سے علم حاصل کیا اسی مسئلہ میں علماء کا اختلاف
ہے کہ تفسیر میں تابعین کے اقوال حجت ہیں یا نہیں حافظ ابن کثیر نے

رسالہ السواد الاعظم ایک جائزہ

محمد ذوالفقار خان نعیمی

پر عتیق نظر ڈال کر اتفاق و اتحاد کی تدابیر پیدا کرنے، کھوئی ہوئی دولت کا پتہ چلانے گزرے ہوئے زمانہ کو واپس لانے، سوتوں کو جگانے، مردوں کو چلانے، یعنی مسلمانوں کی اصلاح کر کے ان کو ان کی سابقہ حالت پر لانے کے مفید اغراض و مقاصد کے لحاظ سے اشاعت پذیر ہوا ہے۔ پہلے نمبر کے مضامین خاص محنت سے مرتب کئے گئے ہیں۔ علمائے اہلسنت کے مقالات سے آپ کے کان آشنا ہوں گے رسالہ کی زبان فصیح اور شستہ ہے علمی مباحث اور تحقیقات مسائل و مناظرات میں عدل و انصاف کے ساتھ حکم اس نمبر میں بھی لگائے گئے اور آئندہ بھی لگائے جائیں گے۔ ردو جواب میں تفہیم مد نظر ہوگی تجہیل و تحمیق منظور نہیں۔ اگر ان تمام مقاصد پر احتیاط سے عمل کیا گیا تو بلاشبہ رسالہ ہذا قوم اور ملک کو عظیم فوائد پہنچا سکتا ہے ایسے عظیم المفاد رسالہ کی خریداری کے لئے جس مسلمان کے دل میں اسلام کا درد موجود ہو اسے جلد سے جلد توجہ کرنا چاہئے اور اس مقدس رسالہ کو صرف تین روپے سالانہ پر خریدنا چاہئے۔ [۱۹ جنوری ۱۹۲۰ء نمبر ۱، جلد ۵۶، صفحہ ۵]

اخبار کی مذکورہ بالا خبر سے معلوم ہوا کہ رسالہ السواد الاعظم ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ مطابق دسمبر ۱۹۱۹ء میں جاری ہوا۔ نیز مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ کی اعتذار کے عنوان سے چند سطور پر مشتمل درج ذیل تحریر جو ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ کے شمارہ کے شروع میں شائع ہوئی اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہی پہلا شمارہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

”مقاصد کی اہمیت پر نظر کرتے ہوئے رسالہ کی اشاعت کا عزم ایک مدت سے نہایت مستقل اور مستحکم تھا لیکن جس طرح وہ

ماہنامہ السواد الاعظم: آج سے تقریباً ایک صدی پیشتر حضور صدر الافاضل کی سرپرستی اور مفتی محمد عمر نعیمی کی ادارت میں شہر مراد آباد کے عظیم ادارہ جامعہ نعیمیہ سے نکلنے والا رسالہ ”ماہنامہ السواد الاعظم“ مذہبی صحافت میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ یہ رسالہ اپنے عصر میں شہرت و پذیرائی کی جن بلندیوں سے ہمکنار ہوا ہے اور جس شان امتیازی اور نمایاں حیثیت کا محتمل رہا ہے تاریخ سے ذرا سی بھی واقفیت رکھنے والے شخص پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔ احقر اس رسالہ کا قدرے تفصیلی جائزہ ہدیہ قارئین کرنے کی جسارت کر رہا ہے۔

سن اجرا: یہ رسالہ منیفہ ماہ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ مطابق دسمبر ۱۹۱۹ء میں مطبع نعیمی مراد آباد سے اشاعت پذیر ہوا۔ رامپور کے مشہور ہفت روزہ اخبار بدبہ سکندری میں مطبوعات جدیدہ کے کالم میں السواد الاعظم کی اشاعت سے متعلق طویل خبر شائع ہوئی جس میں سن اشاعت کے علاوہ رسالہ کے اغراض و مقاصد کو بھی بیان کیا گیا ہے یہاں اس کا سن و محل نقل کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔

السواد الاعظم: مکرئی جناب مولانا مولوی محمد عمر نعیمی مراد آبادی نے مطبع نعیمی مراد آباد سے اس نام کا ایک ماہواری رسالہ ماہ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ سے چھاپنا شروع کیا ہے جس کا پہلا نمبر ہمارے پیش نظر جتنا بیان کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ رسالہ ہذا دین کی خدمت، سنت کی حمایت مخالفین مذہب سے سینہ سپر ہونے متانت و بنجیدگی کے ساتھ دشمنان دین و ملت کے ہر حملے کو دفع کرنے اور ان کی خفیہ تدابیر پر اہل مذہب کو متنبہ کرنے، مسلمانوں کو اخلاق معاشرت سکھانے، قوم کی شیرازہ بندی کرنے وجوہ تفریق و اختلاف

شخص جس کو ضرورتوں کے مجبور کرنے سے دریا کا عبور ناگزیر ہے مگر کشتی میں قدم رکھنا آج اس کے لئے پہلا ہی اتفاق ہوگا عجب کشمکش میں ہوتا ہے ضرورتوں کی زنجیریں اس کے پاؤں کھینچتی ہیں اور وہ قدم بڑھاتا ہے بحر مواج کا خوفناک طلاطم اور کشتی کا ڈمگنا اس کے بدن پر لرزہ کی کیفیت طاری کرتا ہے اور وہ پیچھے ہٹنے پر مضطر ہوتا ہے۔ اسی طرح اس رسالہ کے اجرا میں میرے عزم و استقلال کے قدم خدمت ملت و مذہب کی زبردست قیدوں سے کھینچے جاتے تھے۔ اور میں مردانہ وار آگے بڑھنے کے لئے تیار ہوتا تھا۔ زمانہ کی ناہمواری اور وقت کی نامساعدت مشکلات کے سمندروں کی طوفانی حالت اور ناموافق ہواؤں کے دل لرزادینے والے مناظر کی تصویریں پیش کرتی تھیں تو نا تجربہ کار دل گھبرا اٹھتا تھا اور ارادے کے قدم پیچھے ہٹنے لگتے تھے۔ اس پس و پیش میں طویل عرصہ گزرا۔ آخر کار اللہ کے کرم پر نظر کر کے رسالہ جاری کر دیا۔ اب حامیان سنت اور درمندان مذہب کی اولوالعزمی اس رسالہ کو قدر کے ہاتھوں سے اٹھائے تو یہ زندہ اور باقی رہ سکتا ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ نعم المولیٰ و نعم النصیر۔ (خاکسار عمر نعیمی مدیر ”السواد الاعظم“) علاوہ ازیں ربیع الآخر کے اس شمارہ کے بعد جمادی الاولیٰ کے شمارہ کے سرورق میں ”جلد (۱) نمبر (۲) سے بھی یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ ہی میں اس رسالہ کا اجرا ہوا۔ اتنی وضاحت ہم نے اس لئے کی کہ ماہنامہ السواد الاعظم کے سن اجرا سے متعلق درج ذیل تاریخیں بھی بیان کی جاتی ہیں

۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۱۸ء اور ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۸ء تحریک آزادی ہند از ڈاکٹر مسعود (صفحہ ۴۱، ۵۳)

۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۸ء ماہنامہ النعمیہ پاکستان (ص ۱۳۷)
نشأۃ ثانیہ: رسالہ ہذا فقیر کے مطالعہ کے مطابق ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ مطابق دسمبر ۱۹۱۹ء سے صفر ۱۳۴۰ھ مطابق اکتوبر ۱۹۲۱ء تک قوم کی بے لوث خدمت میں مصروف رہا اور اس کے

بعد ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ مطابق نومبر ۱۹۲۶ء تک مسلمانان اہلسنت کو بے چین و بیقرار چھوڑ کر داغ مفارقت دے گیا۔ (یہ فقیر کی ذاتی تحقیق ہے اس کا تفصیلی ذکر فقیر کی آنے والی کتاب ”سوانح صدر الافاضل“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اگر کسی کو اس میں اختلاف ہو تو مع حوالجات اصلاح فرمائیں) لیکن قارئین رسالہ کے پیہم اصرار، رسالہ کے دوبارہ اجرا کی درخواستوں پر مشتمل دفتر میں آنے والے بے شمار مکتوبات، مسلمانان اہلسنت کے دینی جود و قنط اور مذہب کے خلاف مخالفین کی ریشہ دوانیوں کے پیش نظر پانچ سال ایک ماہ کی طویل مدت کے بعد جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ مطابق نومبر ۱۹۲۶ء میں پھر یہ رسالہ منیفہ اپنی اسی شان بان آن کے ساتھ منظر عام پر جلوہ گر ہوا۔ لیکن اس بار اس کا حجم ایک جزو اور تقطیع پہلے سے بڑی بجائے ۱۸+۲۲ کے ۲۰+۳۰ اور قیمت نہایت کم یعنی سالانہ تین روپے کے بجائے ایک روپیہ کر دی گئی۔

[سوانح صدر الافاضل زیر ترتیب از راقم السطور]

اغراض و مقاصد: دبدبہ سکندری کی مذکورۃ الصدر خبر سے رسالہ کی سن اشاعت اور اس کے اغراض و مقاصد معلوم ہوئے۔ رسالہ السواد الاعظم میں یہی اغراض و مقاصد بیان کئے گئے ہیں اس لئے رسالہ کے حوالہ سے اب یہاں ان کا بیان کرنا تحصیل حاصل ہوگا۔ البتہ ان مقاصد کو بیان کرتے ہوئے مسلمانان اہلسنت سے رسالہ نے خود اپنی زبان میں جس طرح امداد و معاونت کی درخواست کی ہے اس کا یہاں بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔

میراث نام السواد الاعظم ہے: (مذکورۃ الصدر مقاصد کے بعد) یہ میرا فرض ہے اور اس کو انجام دینے کے لئے بے دست و پائی کی حالت میں میں نے ہمت کی ہے اگر آپ نے دست و بازو بن کر میری مدد کی اور مقاصد کی اہمیت کو نظر انداز نہ کیا تو انشاء اللہ میدان میرے ہاتھ ہے اور کامیابی میرے قدم کے ساتھ ہے اگر آپ نے اس کمزوری و ناتوانی میں میری دنگیری نہ کی

تو پاکستان کب تک نہ تھکے گا۔ مگر یہ آپ انصاف کر لیں گے کہ ان مقاصد کا خون کسی کی گردن پر رہے گا میرا نام ”السودا الاعظم“ ہے اور میں ماہ بماء آپ کی خدمت میں پہنچا کروں گا میں اپنے سالانہ مصارف کے لئے آپ کی عالی ہمتی سے صرف ۳ روپے کی درخواست کرتا ہوں اس سے زیادہ ہمت فرمائیے تو آپ کی اولوالعزمی۔ بہر حال فکر کر رکھئے خادم ملت ماہ آئندہ میں دلیلوں پر سوار ہو کر آپ کے پاس پہنچے گا میری مہمانداری کے متعلق جو کچھ خط و کتابت کرنا ہو وہ میرے خادم عمر نعیمی (مدیر ”السودا الاعظم“ مراد آباد) سے کرنا چاہئے۔

[سوانح صدر الافاضل زیر ترتیب از راقم السطور]

شہرت و مقبولیت: رسالہ ہذا کو چونکہ حضور صدر الافاضل کی سرپرستی حاصل تھی نیز آپ کے قیمتی معرکتہ الآرامضامین بھی رسالہ کی زینت ہوتے تھے اس لئے رسالہ کو بہت جلد ہی ہندو بیرون ہند شہرت و پذیرائی حاصل ہو گئی۔

مدیر رسالہ فرماتے ہیں ”اس رسالے کو یہ فخر حاصل ہے اور اسی لئے دنیا میں یہ قدر کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ اس کی سرپرستی حضرت صدر الافاضل مدظلہ العالی فرماتے ہیں اور مخصوص یہی رسالہ ہے جو بکثرت حضرت صدر الافاضل مدظلہ العالی کے مضامین کا بے بہا خزانہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے“ یہی وجہ تھی کہ ہندوستانی دیگر رسائل کے مقابلے میں اس رسالہ کی اشاعت زیادہ تھی۔ مدیر رسالہ فرماتے ہیں

”یہ عرض کرنا غالباً مبالغہ سے خالی ہوگا کہ ہندوستان بھر میں اتنا کثیر الاشاعت اس قدر مقبول و محبوب اور کارآمد رسالہ کوئی بھی نہیں ہے۔“

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں ”بفضلہ تعالیٰ اس وقت السودا الاعظم کی اشاعت ڈیڑھ ہزار سے زائد ہے اور ملک میں نہایت قدر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے بہت حضرات خریداروں سے دیکھنے کے لئے مانگ کر لیجاتے ہیں اس لئے کم از کم تین ہزارنگا ہیں اس

پر پڑتی ہیں“ [سوانح صدر الافاضل زیر ترتیب از راقم السطور]

تاثرات: کسی بھی رسالے کی مقبولیت کا دار و مدار قارئین پر ہوتا ہے۔ اگر قارئین اس سے متعلق اچھا تاثر پیش کرتے ہیں تو رسالہ مقبول مانا جاتا ہے ورنہ نہیں۔ رسالہ سے متعلق یوں تو بے شمار قارئین کے گراں مایہ تاثرات رسالہ ہذا کے شماروں میں محفوظ ہیں مگر یہاں ہم چند تاثرات کے اقتباسات ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

رسالہ ہذا کے متعلق حامی سنت مولانا شاہ رکن الدین صاحب قبلہ اپنے تپے تاثرات کا اس طرح اظہار فرماتے ہیں۔

”اس میں شک نہیں کہ آپ کا پرچہ السودا الاعظم بلحاظ مضامین نہایت مفید ثابت ہوا اور بنظر قیمت بھی نہایت ہمدردی مسلمانوں کی پائی گئی اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر جزیل عطا فرمائے ہر اہلسنت پر لازم ہے کہ اس پرچہ کو اہلسنت کا خیال کریں اور اس کی اشاعت میں بدل و جان سعی وافر کام میں لائیں... الخ

مولانا غلام مصطفیٰ رضوی بن مولانا مولوی محمود جان صاحب رسالہ سے متعلق اپنے تاثرات اس طرح پیش فرماتے ہیں ”بفضلہ تعالیٰ سودا اعظم ہر ماہ مثل ہلال منور و جلوہ گر ہو کر ہم تیرہ کاروں کے قلوب کو روشنی سے بھر پور کرتا ہے... سبحان اللہ سودا اعظم نے تو اسلامی دنیا کو رہن منت بنایا، بد مذہبوں کی خبر لینے میں تیغ براں شیر میداں بلکہ برق سوزاں کا کام دے رہا ہے ماشاء اللہ چشم بدو رو خوبی قسمت سنیاں ہے کہ اس کے سرپرست.... صدر الافاضل... قبلہ ہیں۔ الخ

جناب محمد یوسف فیروز پوری کچھ اس طرح اپنے تاثرات پیش کرتے ہیں۔

پیارے حنفی بھائیو! میری التماس یہ ہے کہ میں نے اخبار ”السودا الاعظم“ پڑھا میں ایسے اسلامی اخبار کا ہر ایک حنفی بھائی کو منگنا فرض سمجھتا ہوں ایک عمدہ اخبار جس کی قیمت صرف ایک روپیہ ہے اور جس میں ایک ایک لفظ ایک ایک لاکھ روپے کا چھپتا

ہے... الخ' [سوانح صدرالافاضل زیر ترتیب از راقم السطور]

نشأة ثالثة ورابعة: قارئین رسالہ کے رسالہ کی مبری فیس کی ادائیگی میں غفلت و بے اعتنائی کی شکایت تو مدبر کو اکثر و بیشتر رہتی تھی۔ بار بار مطالبے کے باوجود بھی قارئین فیس جمع کرنے پر آمادہ نہ ہوتے تھے اور سال بھر میں کافی اصرار کے بعد کبھی پچیس تیس حضرات سے پچیس تیس روپے یا زیادہ سے زیادہ ستر حضرات سے ستر روپے کے قریب وصول ہو بھی جاتے تھے تو وہ رقم رسالہ کے خرچ کے لئے ناکافی ہوتی تھی کیوں کہ رسالہ کا ماہانہ خرچ قریب سو روپے تھا۔ اس کے باوجود بھی حتی الامکان قرض سے رسالہ شائع ہوتا رہتا البتہ اس وجہ سے رسالہ کی اشاعت میں تاخیر ہو جاتی تھی کبھی دس پندرہ دن کبھی ایک یا دو مہینہ لیکن جب بار قرض حد سے تجاوز کر جاتا تو رسالہ بند کر دیا جاتا۔ چنانچہ ۱۳۵۱ھ میں جب کہ بار قرض برداشت سے زیادہ ہو گیا تو جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ سے ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ تک آٹھ مہینے رسالہ بند رہا۔ لیکن السواد الاعظم کے حامیان حضرات کے اصرار اور رسالہ کے قارئین و شائقین و طلبہ گار حضرات کے دفتر السواد الاعظم میں بکثرت موصول ہونے والے خطوط اور مفسدین و حاسدین و معاندین کی مذہب کے خلاف چیرہ دستیوں کے پیش نظر محرم ۱۳۵۲ھ سے رسالہ پھر جاری کر دیا گیا۔ لیکن قارئین زر خریداری کے معاملہ میں اپنی روش پر قائم رہے۔ جس کی وجہ سے السواد الاعظم ایک بار پھر بار قرض میں ڈوب گیا۔ محرم ۱۳۵۲ھ سے جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ تک آٹھ مہینے قرض کے سہارے شائع ہونے کے بعد جمادی الاخریٰ ۱۳۵۲ھ سے جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ تک ایک سال کے لئے رسالہ کی اشاعت روک دی گئی۔ لیکن جمادی الاخریٰ ۱۳۵۳ھ سے پھر رسالہ جاری ہو گیا۔ لیکن فقیر کے اندازے کے مطابق شوال ۱۳۵۳ھ تک جاری رہا۔ اور اس کے بعد پھر بند ہو گیا۔

نشأة خامسة: قریب ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۸ء میں

چوبیس سال کی طویل مدت گزر جانے کے بعد پھر ایک بار السواد الاعظم منظر عام پر جلوہ بار ہوا لیکن اس بار کافی کچھ تبدیلیاں ہو چکی تھیں۔ اب السواد الاعظم ماہنامہ رسالہ سے ہفت روزہ اخبار میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اس کی جائے اشاعت بجائے ہندوستانی شہر مراد آباد پاکستانی شہر لاہور ہو چکی تھی۔ اس کی عنان ادارت مفتی محمد عمر نعیمی قدس سرہ سے مفتی حکیم سید غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمہ کے ہاتھوں میں پہنچ چکی تھی۔ اور اس کی قیمت بجائے ایک روپیہ کے ایک روپیہ دو آنہ ہو گئی تھی۔ اور پھر کچھ دنوں کے بعد اخبار پندرہ روزہ کر دیا گیا اور قیمت تین روپیہ ششماہی کر دی گئی۔ یہ اخبار مدبر موصوف علیہ الرحمہ کے وقت وصال تک شائع ہوتا رہا بلکہ اس کے بعد بھی چند سالوں شائع ہوا پھر بند ہو گیا۔

نشأة سادسة: آج جب کہ السواد الاعظم کی شکل رسالہ اشاعت ختم ہوئے قریب ۷۸ سال کا عرصہ گزر چکا ہے اس دوران شدت سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جاتی رہی کہ پھر اس رسالہ کو منظر عام پر لایا جائے لیکن اس پر خار وادی میں قدم رکھنا چوں کہ جوئے شیر لانے جیسا ہے اسی لئے اب تک کوئی صاحب اس رسالہ کے از سر نو اجراء کی ہمت نہ کر سکے۔ لیکن لائق مبارکباد ہیں محبت گرامی وقار جناب حضرت مولانا محمد غلام مصطفیٰ صاحب نعیمی جنہوں نے اس پرفتن دور میں صحافت کی اس سنگلاخ زمین پر قدم رکھا اور حضور صدرالافاضل کے یادگار رسالہ السواد الاعظم کو سہ ماہی سواد اعظم بنا کر منظر عام پر لانے کی سعی جمیل فرمائی ہے۔ اللہ ان کے علم و عمل و عمر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے۔ انہیں کامیابیوں و کامرانیوں سے ہمکنار فرمائے، اور ان کی اس مبارک کاوش کو مقبول و منظور عوام و خواص بنائے۔ آمین بحق سید الانبیاء والمرسلین و علی آلہ واصحابہ اجمعین۔

☆☆☆

خادم دارالافتاء مرکز اہلسنت دارالسلام محلہ علی خاں کاشی پور

موجودہ منظر نامہ اور مسلمان

شعیب رضا فاطمی

حضرت علی اور امیر معاویہ کے درمیان صلح بھی ہوگئی لیکن جب اس کی خبر حضرت علی کی فوج میں شامل ان بد بختوں کو ملی جنہوں نے کوفہ سے آکر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا تو انہیں یہ فکر لاحق ہوگئی کہ اب ہمارا مواخذہ ضرور ہوگا اور جیسے ہی حضرت علی اور معاویہ لوٹ کر اپنے خیمے میں تشریف لائے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج میں شامل ان لعینوں نے اپنے ساتھ دیگر اصحاب کو لے کر حضرت امیر معاویہ کی فوج پر حملہ کر دیا۔ امیر معاویہ نے یہ سمجھا کہ حضرت علی نے بد عہدی کی اور انہوں نے عام حملہ کا اعلان کر دیا اور حضرت علی کو خبر ہی نہیں تھی کہ ان کی فوج کے کچھ لوگوں نے حملہ کی پہل کی ہے نتیجتاً انہیں بھی یہ گمان گذرا کہ حضرت معاویہ نے صلح کا پاس نہیں رکھا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں فوجیں آپس میں ایک دوسرے کو شہید کرنے لگیں اور یہ وہی جنگ جمل ہے جسے تاریخ میں حضرت عائشہ کی معیت میں لڑی گئی جنگ بتایا گیا اور اس میں حضرت عائشہ زخمی بھی ہوئیں۔

غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا آج بھی اسی طرح ہمارے قاتل ہماری جماعتوں میں داخل نہیں ہو گئے ہیں؟ اور وہ بظاہر بڑھ بڑھ کر ہمارے حق میں بیان بازیاں کر رہے ہیں لیکن باطن ان کے دلوں میں اقتدار پر مکمل قبضے کا وہ پلان ہے جس کے لیے امت مسلمہ کو قتل کرانا ناگزیر ہے۔

ماضی میں ہم نے دیکھا ہے کہ کس طرح ہمارے قائدین نے بھی ہمارا سودا کیا ہے اور وہ بھی بہت معمولی قیمت پر لیکن اس قیمت نے انہیں چسکا لگا دیا ہے کہ وہ بولی بڑھا بڑھا کر ہمارا سودا کریں اور یہ کام شروع ہو چکا ہے۔ ہمارے قائدین نے ہمیشہ ہمیں پولٹری

یہ بات اپنی جگہ نہایت اہم ہے کہ ملک میں موجودہ صورتحال میں مسلمانوں کی حالت پر افسوس کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ ہمارے مقابلے میں جو لوگ کھڑے ہیں اور جن سے ہمیں اقتدار کو محفوظ رکھنے کی ضرورت ہے وہ ایک باضابطہ لائحہ عمل بنا کر میدان میں اترے ہیں اور ان کا پلڑا یوں بھاری ہے کہ پہلے وہ صرف کیوئل تھے صرف فرقہ پرست اور ہم سیکولر قدروں کے پاسبانوں کے ساتھ کھڑے ہوتے رہے خالص سیکولر ذہن لوگوں کے ساتھ۔ لیکن حالات کی ستم ظریفی دیکھئے کہ اب ان کیوئل طاقتوں کی سرپرستی میں کئی فاشسٹ نظریات کی حامل تنظیمیں بن گئی ہیں جن کے سامنے طاقت سب کچھ ہے۔ دوسرا المیہ یہ ہوا کہ ہمارے ساتھ جو سیکولر جماعتیں کھڑی تھیں ان میں بھی بہت سارے ابن الوقت سنپولے شامل ہو گئے ہیں جن کی ذہن سازی اس نہج پر ہوئی ہے کہ وہ کسی بھی قیمت پر اس سرزمین سے مسلمانوں کے وجود کو یا تو نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں یا انہیں اس مقام پر دیکھنا چاہتے ہیں جہاں ۱۰۰ سال پہلے حلال خور تھے یعنی نہایت سنگین صورت حال ہے اب ہم اپنی جائے پناہ میں بھی محفوظ نہیں اور کب ہم پر پیچھے سے حملہ ہو جائے کہا نہیں جاسکتا ہے یہ وہ صورت حال ہے جس کی مثال جنگ جمل سے دی جاسکتی ہے۔ تاریخ طبری کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جب امیر معاویہ اور حضرت علی میں جنگ کی صورت حال پیدا ہوئی اور دونوں کی فوجیں آمنے سامنے آئیں تو دونوں طرف کے سنجیدہ اصحاب نے ایک آخری کوشش مصالحت کی کی اور ام المومنین حضرت عائشہ کی موجودگی میں نہایت بردباری سے اس میٹنگ میں

فارم کا چکن سمجھا جسے انتخابی جشن میں مختلف طریقے سے پکا کر دسترخوان کی زینت بنادیا جاتا ہے انہوں نے کبھی یہ غور نہیں کیا کہ ہم جہاں رہتے ہیں وہاں کا ماحول مرغی کے دڑبے سے کسی صورت بہتر نہیں ہے لیکن چکن کھانے والے اس کی فکر ہی کب کرتے ہیں وہ تو اقسام چکن پر غور کرتے ہیں جو ان کے سامنے قورے کی شکل میں بھی موجود ہوتا ہے اور روشنیڈ شکل میں بھی مرغ مسلم کی صورت میں بھی اور چکن اسٹو کی شکل میں بھی وہ تو کھانے کی شروعات ہی چکن سوپ سے کرتے ہیں۔ آج ہم یقیناً بے بضاعت ہیں لیکن دشمن منظم، آج ہم یقیناً بے حال ہیں لیکن دشمن خوش حال، آج ہم یقیناً جاہل ہیں اور دشمن عالم لیکن ان حالات میں بھی ہمیں مایوس نہیں ہونا ہے کہ مایوسی کفر ہے۔ ہمارا اللہ ہمارے ساتھ ہے اور اس نے ہمیں بصیرت کے علم سے سرفراز فرمایا ہے۔ ہم کو اپنے اجداد کے قصے یاد ہیں ان کی حزیمتیں بھی اور ان کی فتح مندی بھی ہم کو وہ دن بھی یاد ہے جب 313 افراد کے ہمارے گلے میں صرف 30 ثابت تلواریں تھیں اسباب جنگ کے نام پر ہمارے پاس صرف خدائے واحد کا سہارا تھا اور ہم قانع تھے اور جو اللہ کا وعدہ تھا وہ پورا ہوا ہماری جماعت محفوظ و مامون رہی اور آج 1400 سالوں سے ساری دنیا میں حق کی آواز بلند کر رہی ہے۔ ہمیں آج بھی اسی ثابت قدمی کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے ہمیں اپنے گروہ میں چھپے ہوئے ابن الوقتوں کو ایکسپوز کرنا ہوگا کہ وہ ہمیں فروخت نہ کر سکیں انہیں یہ باور کرانا ہوگا اب تمہارا کاروبار چلنے والا نہیں، تم ہمیں یوں کھڑے گھاٹ نہیں بیچ سکتے، تم نے کبھی ہمارے مسائل پر عام دنوں میں تقریریں نہیں کیں، تم نے ہمارے نام پر اپنے نمائندوں کو پارلیمنٹ میں بھیجا لیکن وہ وہاں تمہارے کا زکی نگرانی کرتے رہے اور تمہیں مراعات دلوانے کی کوشش کرتے رہے۔ تم نے کبھی ملت کو خوش حال بنانے کے لئے فکر نہیں کی کہ تمہیں اپنی خوش حالی عزیز تھی۔ تم نے کبھی کوئی ایسی تحریک نہیں چھیڑی جس سے ہمارے

وقف کی جائداد بازیاب ہو پاتی جس کی مالیت کروڑوں نہیں اربوں میں ہے۔ ہاں! ان جائداد کا ذاتی مفاد کے لئے یا اپنے حواریوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے خوب استعمال کیا۔ ہمیں خوب یاد ہے کہ عین انتخابات کے وقت آپ جس طرح ملت کے غم میں آٹھ آٹھ آنسو بہاتے ہیں ہمیں خوب اندازہ ہے کہ اس کے لیے آپ کو فیڈ بیک کہاں سے کیا جاتا ہے۔ محرومی اور نا انصافی کے شکار ملت کا سودا کر کے اپنے مقاصد کو حاصل کرنے والے یہ سمجھ لیں کہ اب یہ کھیل نہیں چلے گا ہمیں مشکلات کا سامنا کل سے زیادہ ہے کیوں کہ ہم پر چہار سمت سے حملے ہو رہے ہیں لیکن یہ بات ضرور ہے کہ ہم نے دشمنوں کو پہچان لیا ہے اور اب ایک ایک کر کے انہیں عوام کے سامنے بے نقاب کرنے کی ضرورت ہے۔ باقی کام ملت خود کر لے گی ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جب تک آپ چھپے ہوتے تھے تو بھیڑیے لگتے تھے جب آپ کا چہرہ بے نقاب ہوا ہے تو آپ پشتو سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ ہمیں خوب اندازہ ہے کہ آپ کے سرپرستوں اور آقاؤں میں کتنا دم ہے۔ ہندوستان ہمارا ملک ہے ہم نے اسے آزاد کرایا ہے اور اس کے آئین کو جمہوری قدروں کے آئینہ نگ سے اس لئے مرصع نہیں کیا کہ آپ سب مل کر اس پر مذہبی عصیت کی آلائش ڈال دیں اسے دغا کر دیں اس پر تارکول کا پیٹ چڑھا دیں۔ یہ آپ سب کی گندی ذہنیت کی آلائش ہی ہیں جس نے ہمارے آئین پر سے ہمارے اعتماد کو متزلزل کر دیا تھا۔ مسلمانوں پر ظلم و زیادتی کے جتنے ذمہ دار مودی اور تو گڑیا ہیں اس سے کم ذمہ دار آپ سب بھی نہیں ہیں جو بظاہر ملت کے قائد بنے ہوئے ہیں اور ہماری ہر ہزیمت سے اپنے ڈرائنگ روم کی رونق میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ فرقہ پرست تنظیموں کو تو خود ان کے بغل بچوں نے فاشسٹ نظریات کو عام کر کے ایکسپوز کر دیا ہے۔ آنے والے انتخاب میں سارے ہندوستان کے لوگ ان سے پوچھنے جاتے ہیں کہ مہاراشٹر میں جو کچھ عام ہندوستانی طالب علموں

گیا۔ مکہ معظمہ تک سے سرسید کے خلاف فتوے حاصل کیے گئے لیکن آج ہماری آنکھیں شرمندہ ہیں کہ اس وقت ہم نے سرسید احمد خاں کو جو کرتے دیکھا تھا ان پر لعنتیں بھیجی تھی ان کے اعمال کے نتائج کتنے خوش کن ثابت ہوئے اس بظاہر کافر و زندیق نے انگریزوں کی ہم نوائی کر کے جو کچھ حاصل کیا اور جو ٹھوس نتائج دیئے کیا آج مایوسی اس سے زیادہ ہے؟ کیا 1857ء سے زیادہ ظلم آج ہم پر ہو رہا ہے؟ اگر نہیں تو پھر یہ مایوسی، یہ گھٹن، یہ پشیمردگی، یہ بدحواسی ہم پر کیوں چھا گئی ہے۔ کیا قرآن پر سے ہمارا ایمان بالکل ختم ہو گیا ہے؟ کیا ہم پھر سے ملت کی شیرازہ بندی نہیں کر سکتے؟ کیا ہم ان نام نہاد ملت فروشوں کو کنارے نہیں لگا سکتے جو انتخابی مینڈک بن کر عین انتخاب کے وقت ہمیں کنفیوز کرنے کے لیے ٹرڑانے لگتے ہیں؟

Ex. Editor Roznama Siyasi

Tanzeem-Delhi-53

اسلامیات کے موضوع پر ایک اہم کتاب

نوجوانوں کو اسلامی کے بنیادی مسائل سے روشناس کرانے کے لئے ایک اہم اور جدید منہج کے مطابق لکھی گئی کتاب اسلامی نظریات نوجوانوں کو اسلامی تعلیمات سے قریب کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے جس میں ایمان باللہ سے لے کر جہاد تک تمام اسلامی نظریات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ حوالہ جات سے مزین بھی کیا گیا ہے۔ ہر موضوع کے لئے اولاً قرآن وحدیث بعدہ فقہاء وائمہ کے ارشادات نقل کئے گئے ہیں۔ زبان سادہ اور شستہ ہے۔ اسلامی نظریات کو سادے طور پر سمجھنے کے لئے یہ کتاب ایک بیش بہا تحفہ ہے۔ اس کتاب کو حاصل کرنے کے لئے رابطہ کریں۔

دفتر صدر الافاضل اکیڈمی

قادری مسجد روڈ بی/۳۱ جیونگر کھجوری خاص دہلی ۱۱۰۰۱۳

کے ساتھ ہوا اس کا ذمہ دار کون ہے؟ پچھلے کچھ دنوں سے ملک کے تقریباً ہر جلسے میں فرقہ وارانہ منافرت کی آگ بھڑکانے والے اس عام انتخاب میں عوام کے سامنے کس پروگرام کو لے کر جائیں گے یہ فکر انہیں کھائے جا رہی ہے ایسے میں سیکولر طاقتوں کے پاس گھبرانے کی کوئی وجہ بھی نہیں کیوں کہ ہندوستان کے عوام بہر حال امن چاہتے ہیں اور انہوں نے بمبئی سے بہار تک جلتی ہوئی انسانیت کی لاشیں دیکھی ہیں۔ ان کے سامنے یہ بات اب اظہر من الشمس ہو چکی ہے کہ اکھنڈ بھارت کا ورد کرنے والے لوگ پورے ملک کو کھنڈت کر دینا چاہتے ہیں یہ سب جو راج ٹھا کرے اور بال ٹھا کرے نے کیا ہے اور اب بہار میں ہو رہا ہے یہ اس بات کی شہادت دینے کے لیے کافی ہے کہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے اور وہ ایسے ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا انتظام غیب سے کر دیتا ہے آج اس کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان چشم کشا حقائق سے عوام الناس کو آگاہ کریں کہ جس طرح ہندوستان میں رہنے والا ہر مسلمان پاکستان نواز نہیں ہے، دہشت گرد نہیں ہے، ملک دشمن نہیں ہے، اسی طرح تمام ہندو کمیونل اور فاشٹ نہیں ان سیکولر ہندوؤں کو طاقت ور بنائیں تاکہ وہ ان بہروپیوں سے لڑ سکیں جو ہندوستانی آئین کے دشمن ہیں اور جو پورے ملک پر مکمل اقتدار کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے ملک کی فضا جب بھی پر امن رہی ہے ہم نے دنیا کو اجنٹا یلو راتاج محل دیئے ہیں لیکن بد امنی میں ہم دنیا کے سامنے شرمندہ ہونے کے اور کچھ نہیں کر سکتے۔ ہمارے سامنے ایسا ہی ایک دور 1857 میں بھی آیا تھا جب انگریزوں نے ہماری جڑوں کو اکھاڑنے کا تہیہ کر لیا تھا لیکن ان حالات میں بھی سرسید جیسے لوگ اٹھے اور ان کا ساتھ حالی اور شبلی جیسے لوگوں نے دیا۔ بظاہر وہ لوگ انگریزوں کی ہمنوائی کرتے نظر آئے اور اس کے لئے ملت کے لوگوں نے انہیں کیسے کیسے القاب سے نہ نوازا۔ کافر تک قرار دیا

بائیوفیول

ڈاکٹر محمد پرویز عالم

جہاں ہیں وہ محدود ہیں۔ ایک نہ ایک دن ان کا ختم ہونا لازمی ہے۔ یہ کچا تیل صرف چند ممالک ہی پیدا کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی قیمتوں میں اضافہ ہونا لازمی ہے۔ عراق کی لڑائی کچے تیل پر قبضہ جمانے کی ایک اہم کڑی ہے۔

جن پودوں سے تیل نکالنے کی کوشش کی جا رہی ہے، ان کو توانائی والے پودے کا نام دیا گیا ہے۔ توانائی والے پودوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(a) پٹرول پلانٹس (Patro-Plants)

(b) الکحل پلانٹس (Alcohol Plants)

جو پودے بائیڈروکاربن (توانائی پیدا کرتے ہیں، انہیں پٹرولیم پودے (Petroleum Plants) کہتے ہیں۔ یہ دکھلایا جا چکا ہے کہ فیملی یوفوربیسی (Family Euphorbiaceae) کے کچھ پودے جیسے یوفوربیٹریوکیلائی (Euphorbia Tirucalli) اور جٹ روفا (Jatropha) وغیرہ ایک قسم کا سفید، گاڑھا دودھ کے چھپسیاں مادہ پیدا کرتا ہے۔ جیسے لیٹیکس (Latex) کہتے ہیں لیٹیکس (Latex) پیدا کرنے والی کچھ اور فیملیاں مندرجہ ذیل ہیں:

(i) فیملی اسکپیدئیسی (Family Asclepiaceae)

(ii) فیملی اپوسائنسی (Family Apocyanaceae)

(iii) فیملی کونولویسیس (Family Convolvulaceae)

(iv) فیملی کمپوزیٹ (Family Compositeae)

(v) فیملی اٹریکیسیس (Family Utricaceae)

توانائی کی روایتی شکلیں جیسے پٹرولیم، کوئلہ، قدرتی گیس وغیرہ کے ذخائر میں کمی آنے کی وجہ سے اور اس کے نتیجے میں ان کی قیمتوں میں اضافہ ہونے سے یا ان کی ماحولیاتی آلودگی کا سبب بننے سے مختلف ممالک میں ان کے متبادل کی تلاش اور جستجو شروع ہو چکی ہے۔ اب اس بات کی ضرورت بھی سمجھی جا رہی ہے کہ توانائی کی ان شکلوں پر ہمارا انحصار دن بدن کم ہونا چاہیے۔ کچھ عرصہ پہلے نوبل پرائز یافتہ سائنسداں میلون کیلون (Melvin Calvin) نے گاڑیوں کے چلانے کے لئے پٹرول کا متبادل تلاش کرنے کی ضرورت پر زور دیا تھا۔

پٹرولیم کی قیمت عالمی مارکیٹ میں ریکارڈ سطح پر پہنچ چکی ہے۔ اسے عام سطح پر لانے میں ایک طویل عرصہ لگے گا۔ اس وقت پٹرولیم کی قیمت تقریباً 70 ڈالر فی بیرل پہنچ گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپی ممالک نے ہرے پودوں سے بائیوفیول (حیاتیاتی ایندھن) تیار کرنے کی کوشش کو اور تیز کر دیا ہے۔ ہالینڈ نے متبادل توانائی کے ذرائع تلاش کرتے ہوئے پودوں کے بیج سے ”بائیوفیول“ کی پیداوار کے ایک پلانٹ کا افتتاح کیا ہے۔ سولر آئل سسٹم (Solar Oil System) کہلانے والا یہ پلانٹ بیور پلانٹ آئل پیدا کرتا ہے جو کسی بھی بڑی یا چھوٹی کار میں پٹرول کی جگہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ بائیوفیول ایک صاف اور دوستانہ ماحول والا ایندھن ثابت ہو رہا ہے۔ یہ پٹرول اور ڈیزل کا کامیاب اور اچھا متبادل ہے۔

پٹرول اور ڈیزل کی قیمتوں میں لگاتار ہونے والا اضافہ تعجب خیز اور حیرت انگیز نہیں ہے۔ ان تیلوں کے ذخائر دنیا میں جہاں

کیا جاسکتا ہے۔

امریکہ میں ہر سال ڈیڑھ ارب گیلن استھنال 10 فیصد کی شرح سے پٹرول میں ملایا جا رہا ہے۔ الکحل اور پٹرول کے مکسر کو گیسوہول (Gasohol) کا نام دیا گیا ہے۔ استھنال ملا ہوا پٹرول ماحولیات کو بہتر رکھنے کا کام بھی کرتا ہے۔ مشرقی یورپ کی ممالک اور افریقہ کے کچھ ممالک پٹرول کی جگہ گیسوہول کو لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اس طرح بائیوفیول وقت کی اہم ضرورت ہے جس سے آج کا ترقی یافتہ انسان اپنی مختلف قسم کی ضرورتوں کو پورا کر سکتا ہے۔

☆☆☆

سرزمین راجوری کشمیر میں ایک روزہ

جشن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

بتاریخ: یکم مئی ۲۰۱۱ء بروز اتوار

بمقام: مرکز دعوت و تبلیغ اہل سنت دارالعلوم رضویہ اشرفیہ
ایتی، راجوری جوں و کشمیر

مدعوین خطباء و شعراء

تاجدار خطابت حضرت مولانا عبد اللہ خاں اعظمی (سابق ممبر پارلیمنٹ) بلبل بنگال شاعر خوش گلو حبیب اللہ فیضی کلکتہ، خطیب نوجوان حضرت مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی دہلی، مقرر شہیر مولانا ذکرا اللہ صاحب بہار۔

مہمان خصوصی: ڈاکٹر شفیق الرحمن برق (ممبر پارلیمنٹ)
اہم اعلان: ہمارے یہاں پسرکار مدینہ علیہ السلام کا موعے مبارک محفوظ ہے جس کی زیارت ہر سال کرائی جاتی ہے اہل اسلام سے گزارش ہے کہ جلسہ ہذا میں شرکت کریں اور اس یادگار تبرک کا دیدار بھی کریں۔

المعلن: ناشر رضویت مولانا فاروق نعیمی (سربراہ اعلیٰ)

ہمد ملت مولانا عبد اللہ خاں نعیمی (پرنسپل)

دارالعلوم رضویہ اشرفیہ ایتی ضلع راجوری کشمیر

☆☆☆

(vi) فیملی سپوٹوسی (Family Sopotaceae)

ایسے پودوں کے لیٹکس میں ٹرپینوائیڈز (Terpenoids) کا مکسر پایا جاتا ہے جسے ہائیڈروکاربن (Hydrocarbon) میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اس رقیق ہائیڈروکاربن سے بہت اعلیٰ قسم کا ایندھن تیار کیا جاسکتا ہے۔

سانسدا نوں نے جٹ روفا (Jatropha) نامی جنگلی پودے کے بیج سے ملنے والے تیل کو ڈیزل کی جگہ لاکر دیگر تیلوں کے چیلنج کو ختم کر دیا ہے۔ آج ”جٹ روفا“ کا تیل بائیو ڈیزل کا ہم معنی بن گیا ہے۔ اس کے بیج سے ملنے والے تیل کو ڈیزل میں بدلنے کے لئے ایک خاص کیمیائی عمل سے گزارنا پڑتا ہے، لیکن ڈیزل انجن میں کوئی خاص تبدیلی نہیں کرنی پڑتی ہے۔

(2) الکحل یا الکحل فیول (Alcohol Plants)

پیڑ پودوں سے حاصل کرنے والے پٹرولیم متبادلات میں استھنال کا نام بھی کافی نمایاں ہے۔ یہ ایک طرح کا الکحل ہے جسے گنے کے رس یا شیرے سے بنایا جاتا ہے۔ خالص استھنال کو پٹرول کی جگہ استعمال نہیں کیا جاسکتا ہے۔ برازیل گنا پیدا کرنے والا ایک اہم ملک ہے۔ یہاں گزشتہ 70 سال سے استھنال کو پٹرول میں ملا کر استعمال کیا جا رہا ہے۔ شروعات 5 فیصد استھنال ملانے سے ہوئی تھی اور آج وہاں پٹرول میں 25 فیصد استھنال ملایا جا رہا ہے۔ اس سے برازیل میں پٹرول کی مانگ تقریباً ایک چوتھائی کم ہو گئی ہے۔

امریکہ کئی کے ساتھ اس طرح کا تجربہ کر رہا ہے۔ گنے اور مکئی کے علاوہ آلو، چندر اور ٹیپو کا (Tapioca) وغیرہ سے بھی الکحل نکالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ گنے کے ایک ہیکٹر پیداوار سے 4000 لیٹر الکحل تیار کیا جاسکتا ہے۔ چندر کے ایک ہیکٹر پیداوار سے 1800 لیٹر الکحل اور مکئی کے ایک ہیکٹر پیداوار سے 1650 لیٹر الکحل اور مکئی کے ایک ہیکٹر پیداوار سے 1125 لیٹر الکحل تیار

تأثرات

سواد اعظم کو گھر گھر پہنچائیں

مفتی محمد ایوب نعیمی
پرنسپل جامعہ نعیمیہ مراد آباد

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانه من شدد شدي النار رواه ابن ماجة. في
الازهار اتبعوا السواد الاعظم يدل على ان اعظم الناس العلماء وان قل. الخ
السواد الاعظم علماء اهل سنت ہیں جن کے اتباع کا حکم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا اور فرمایا کہ جو ان سے الگ ہو وہ نار میں گیا۔ انہی
کے ارشادات کو مشعل راہ بنانا، عقائد و اعمال میں انہی کے نقش پر چلنا کامرانی کی ضمانت اور اللہ کی ولایت ہے اسی پاکیزہ نام سے آقائے
نعمت حضور صدر الافاضل فخر الاماثل مولانا السید الشاہ محمد نعیم الدین صاحب محدث مراد آبادی قدس سرہ العزیز نے رسالہ ”السواد
الاعظم“ ۱۹۱۸ء میں ماہانہ جاری فرمایا جس سے دنیا مستفیض ہوتی رہی اور لاکھوں گم کردہ راہ کو راستہ ملا اور اہل سنت اسی منہل عذب سے
سیراب ہوتے رہے ۱۹۴۸ء تک یہ رسالہ مبارکہ منصفہ شہود پر طلوع ہو کر عالم کو چکا تار ہا پھر وصال پر ضلال سے بند ہو گیا۔ اب کثرت کے
بعد بالواسطہ ان کے شاگرد رشید عزیز مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی سلمہ کو منجانب اللہ توفیق ملی کہ اس کا احیاء کر رہے ہیں۔ ارباب ذوق پر لازم
ہے کہ اس طرف متوجہ ہوں اشاعت کو عام کریں، گھر گھر تک اس کو پہنچائیں تاکہ لوگ سواد اعظم کے پر نور اسم و مسی سے مستفید ہوں علماء
اہل سنت کی تالیفات و رسائل کو عام کرنا اور ان کی اشاعت میں ہر ممکن مساعی صرف کرنا بھی تبلیغ دین متین کا ایک بہتر ذریعہ اور باعث
صد اجر و ثواب ہے۔ رسالہ میں عقائد و اعمال کی ترغیب اور ایسے مضامین کا بھی لانا ضروری ہے جو عوام سے مخفی اور مستند کتابوں میں موجود
ہیں دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل مدیر عزیز کو تادیر خدمت کا موقع عطا فرمائے۔ آمین

ارباب علم و فضل ”سواد اعظم“ کا تعاون کریں

مفتی محمد سلیمان نعیمی برکاتی

خادم التدریس والافتاء جامعہ نعیمیہ مراد آباد

ہم اہل سنت و جماعت کے لئے یہ خبر باعث مسرت و شادمانی ہے کہ سہ ماہی رسالہ بنام سواد اعظم دہلی سے عن قریب نکل رہا ہے اور
اس کا پہلا ایڈیشن بالکل تیار ہے جس میں علماء اہل سنت و دانشوران ملت کے مضامین شامل ہیں یہ رسالہ اب سے ستر سال پہلے کچھ نہ مساعد
حالات کی وجہ سے بند ہو گیا تھا لیکن اب صدر الافاضل فخر الاماثل استاذ العلماء حضرت العلامة الشاہ المفتی السید نعیم الدین صاحب محدث
ومفسر مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کے قائم کردہ مرکزی ادارہ جامعہ نعیمیہ دیوان بازار سے فیض یافتہ فاضل جلیل حضرت مولانا غلام مصطفیٰ
صاحب نعیمی نے دہلی سے اس کا اجراء کیا ماشاء اللہ بہت ہی لائق تحسین کارنامہ ہے میری گزارش ہے کہ اس رسالہ میں مستقل ایک کالم
صدر الافاضل کے حیات و خدمات کا ضرور رکھیں اور ارباب علم و فضل کی بارگاہوں میں عرض ہے کہ وہ اپنے گرانقدر مضامین اور علمی دقائق

سے بھر پور عناوین عطا فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں اور میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل اس رسالہ کو ترقیوں سے ہم کنار فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

یہ اقدام بہت ضروری تھا

مولانا اکبر علی نعیمی

جامعہ نعیمیہ مراد آباد

آسمان دین پر اپنے دور میں مہتاب بن کر چمکنے والی عبقری شخصیت صدرالافاضل فخرالامثل صاحب خزائن العرفان الحاج محمد نعیم الدین علیہ الرحمہ مراد آبادی نے جہاں تدریس و تقریر سے خدمت دین کے فرائض انجام دئے وہیں تحریر و تصنیف کا عظیم سلسلہ قائم فرما کر تشنگانِ علم کو سیراب کرنے کے ساتھ ساتھ کتنے ہی گمگشتگانِ راہ ہدایت کو صراطِ مستقیم سے روشناس کیا۔ آپ کی انہیں ضیاء پاشیوں کی ایک جھلک ”السواد الاعظم“ ہے جس کے ذریعے آپ نے قوم کو اس کی فلاح و بہبود کے دوسرے طریقوں سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ خاص طور سے اسلامی تعلیمات پر چھا جانے والی کفر و ضلالت کی تاریکیوں کو دور کیا اور ایمانی حقائق کو روشن و تابناک بنایا مگر حوادثِ زمانہ کے سبب یہ سلسلہ کسی طرح منقطع ہو گیا اور بے شمار دلوں میں اس کے انقطاع کا دکھ ہونے کے باوجود کوئی اس کی تجدید کا اقدام نہ کر سکا۔ بالآخر لکل فعل رجال کے تحت یہ سعادت نعیمی چمن کے ایک تازہ مہکتے پھول کے حصہ میں آئی جنہوں نے سیدی صدرالافاضل علیہ الرحمہ کی خدمت دین کے اس سلسلہ کو آگے بڑھانے کا پرچم اٹھایا ہے لائقِ صداقت و قابلِ مبارک باد ہیں رسالہ کے مدیر اعلیٰ فاضل جامعہ نعیمیہ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب جنہوں نے اس رسالہ کو جاری کر کے نہ صرف اپنے غم کا مداوا کیا بلکہ پوری قوم خصوصاً نعیمی مشن سے ہمدردی رکھنے والے بے شمار اسلامی بھائیوں کے بے چین و بے قرار دلوں کو قرار بخشا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے حوصلوں میں مزید پختگی پیدا فرمائے اور ان کی خدمات کو مقبولِ خاص و عام بنانے کے ساتھ ساتھ دنیا و آخرت میں ان کو اس کا بہتر صلہ عطا فرمائے۔ آمین

جماعت اہل سنت کے تعاون ہی سے عروج ممکن

محمد یامین نعیمی اشرفی

مہتمم جامعہ نعیمیہ مراد آباد

سواد اعظم صدرالافاضل کا رسالہ جس نے جنگِ آزادی میں زبردست کردار ادا کیا اور صدرالافاضل کی ہمہ گیر شخصیت نے سارے ہندوستانی سنی علماء کو اکٹھا کیا اور مختلف تحریکیں چلائیں۔ جگہ جگہ جلسہ اور انجمنیں اور ملک کے گوشہ گوشہ میں اہل سنت کی تنظیمیں قائم کیں اور سواد اعظم میں انگریزی حکومت کے غلط رویہ پر بڑی سخت تنقید فرماتے رہے اور اپنی قوم کو صحیح اسلامی ہدایت دیتے رہے اس کے نتیجے میں سارے مسلمان متحد ہو گئے اور متحد ہو کر جنگِ آزادی میں حصہ لیا اور ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کر کے اپنے اتحاد کا عملی جائزہ پیش کیا ”السواد الاعظم“ جب تک نکلا وہ یہی کردار پیش کرتا رہا اور اس وقت کے نامساعد حالات کی بنا پر اس کو بند کرنا پڑا بند کرتے وقت اس کا چند سالانہ ایک روپیہ تھا! جس کی جو رقم باقی تھی وہ بذریعہ منی آرڈر حضرت صدرالافاضل نے واپس کرائی اور معذرت کی، اب پھر سواد اعظم کے اجراء کا مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی نے بیڑا اٹھایا ہے اللہ تعالیٰ ان کو محنت کی توفیق دے اور زبردست حالات سے گزرنے کی ہمت عطا فرمائے اگر ہماری قوم نے ساتھ دیا اور ان شاء اللہ ضرور ساتھ رہے گی تو یہ رسالہ پھر اسی طرح صدرالافاضل کی تحریک کو زندہ کر دے گا۔

☆☆☆

سواد اعظم کی اشاعت سے دل کی کلیاں کھل اٹھیں

محمد آل رسول نعیمی

خادم دارالعلوم اسلامیہ انصاریہ فیض القرآن اصالت پورہ مراد آباد

محبت مکرم حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کے اس اقدام پر میں بہت خوش ہوا کہ جس رسالہ کا تمام نعیمی حضرات کو شدت سے انتظار تھا وہ پھر سے قارئین کے سامنے پورے آب و تاب کے ساتھ منور و منکشف ہو رہا ہے۔ یہ وہ رسالہ ہے جسے صدر الافاضل فخر الامثل نے اپنی حیات مبارکہ میں جاری فرمایا تھا۔ اس رسالہ سے امت مسلمہ نے کافی فائدہ حاصل کیا اور ادیان باطلہ کا کافی اس سے رد بھی ہوا مگر حضور صدر الافاضل کے وصال فرمانے کے بعد رسالہ مذکورہ بند ہو گیا تھا اب پھر سے جاری ہو رہا ہے ان شاء اللہ امت مسلمہ کو اس سے بھرپور استفادہ کا موقع ملے گا۔ احقر باری تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاء گو ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اس سہ ماہی سواد اعظم کے ذریعے لوگوں کو بھرپور استفادہ کا موقع عطا فرمائے۔ آمین

سواد اعظم کی اشاعت کی خبر سے قلبی مسرت ہوئی

علامہ محمد ہاشم نعیمی

پروفیسر معقولات جامعہ نعیمیہ مراد آباد

حضرت صدر الافاضل فخر الامثل علامہ الحاج سید محمد نعیم الدین صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان عالم اسلام کی وہ عبقری شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے دور میں مختلف اور متعدد ذراویوں سے ملت اسلامیہ کی بے مثال اور تاریخی خدمت کے عظیم کارنامے انجام دیے ہیں۔ تدریس، تصنیف، مناظرہ اور تبلیغ کے ساتھ ساتھ صحافت کے میدان میں بھی دنیائے علم و فن سے اپنے مضامین اور تحریرات کی عظمتوں کا لوہا منوایا ہے۔ ”السواد الاعظم“ آپ کا جاری کردہ وہ ماہنامہ تھا جس سے ملت اسلامیہ کو زندگی کے ہر شعبہ میں روشنی اور رہنمائی ملتی تھی۔ مگر افسوس کہ زمانے کی بوقلمیوں اور حالات کے پیچ و خم کے باعث حضرت کے بعد وہ بیش بہا رسالہ جاری نہ رہ سکا اور ایک دنیا اس کی افادیت سے محروم ہو گئی۔ مجھے انتہائی قلبی مسرت حاصل ہوئی جب یہ مژدہ جانفراسنا کہ عزیز گرامی قدر و منزلت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب سلمہ نعیمی جو پوری الوالعزمی اور جوش و ولولہ کے ساتھ تصنیف و صحافت کے میدان میں اترے ہوئے ہیں مذکورہ بالا اس عظیم الشان رسالہ کا نشاۃ ثانیہ کے طور پر پھر اجرا فرمانے جارہے ہیں۔ میری دعا ہے کہ رب کریم ان کے حوصلوں کو بلندیاں عطا فرمائے اور آپ کی اس سعی جمیل کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر زیادہ سے زیادہ کامیابی و کامرانی سے نوازے آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

ایک نئی صبح آپ کے انتظار میں ہے

ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی

noushadchishti@yahoo.com

مکرمی مولانا غلام مصطفیٰ صاحب..... السلام علیکم

یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ عالم اسلام کی عظیم شخصیت فخر الامثل صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے رسالے ”السواد الاعظم“ کو از سر نو

جاری کرنے جارہے ہیں یقیناً جاننے ایسا اقدام کر کے آپ نے صرف میرے ہی نہیں کروڑوں سنیوں کے دلوں کو باغ باغ کر دیا ہے کیوں کہ ایسے دور میں جہاں معتقدین اپنے اپنے مروجین کی شخصیت سازی میں لگے ہوئے ہیں اس بات کی ضرورت بڑھ جاتی ہے کہ حقیقی قائدین کو عوام الناس کے سامنے پیش کیا جائے۔ اور صدر الافاضل ایک ایسے قائد کا نام ہے جن کی پوری زندگی عمل سے عبارت تھی جن کا معمول محض پریشانی کا حل بتا دینا نہیں بلکہ اس کو عملی طور پر کر کے دکھانا تھا اسی وجہ سے آپ اپنے ہم عصر علماء کی صف میں سب سے نمایاں نظر آتے ہیں۔

وقت نظر، دور رس نگاہیں، استعداد قیادت اور بے پناہ ہمت و حوصلہ جیسی خوبیاں ہر ایک کو نہیں ملتیں اس کے لئے تو افراد منتخب کئے جاتے ہیں اور صدر الافاضل بلاشبہ ان تمام خوبیوں کے حامل تھے۔ شہدگی تحریک کا تعاقب آریوں سے مناظرے اور صحافت میں پنچہ آزمائی اس پر گواہ ہیں۔

سواد اعظم کو جاری کر کے آپ نے ایک اہم قدم اٹھایا ہے آپ اس راہ میں خود کو اکیلا نہ سمجھیں مخلص افراد جلد ہی آپ کے ارد گرد ہوں گے میں آپ کو اپنی مکمل حمایت و تعاون کا یقین دلاتا ہوں آپ ثابت قدم رہیں ایک نئی صبح آپ کے انتظار میں ہے۔

سواد اعظم کی اشاعت سنیوں کے دیرینہ خوابوں کی تعبیر ہے

محمد یعقوب رضوی نعیمی

سکنہ قصبہ دڑھیال خادم التدریس دارالعلوم غوثیہ جینٹھ شریف ضلع مراد آباد

خداوند قدوس نے دنیا میں ایسے بے شمار لوگوں کو پیدا فرمایا ہے جنہوں نے اپنی زندگیاں قوم کی خدمت کے لئے وقف کر دیں ان میں سے کسی نے اپنی حسن تدبیر کے ذریعے قوم کی خدمت کی، کسی نے تقریر کے ذریعے اور کسی نے تحریر کے ذریعے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے اور وہ جس سے چاہے اپنے دین متین کی خدمت کرا لے انہیں لوگوں میں مفکر ملت حضرت علامہ مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی سلمہ بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا موصوف کی خدمات نے آپ کو بہت کم وقت میں مناصب جلیلہ پر فائز کر دیا ہے۔ موصوف کی ذات کا فی متحرک و فعال ہے جہاں تقریری و تدریسی میدان میں آپ کامیاب ہیں وہیں تصنیف و تحقیق کے میدان میں بھی موصوف کی شخصیت نمایاں ہے۔

فقیر راقم السطور کو یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ عرصہ دراز کے بعد یہ عظیم الشان رسالہ ”السواد الاعظم“ پورے تزک و احتشام کے ساتھ اشاعت پذیر ہونے جارہا ہے جس کو صاحب تفسیر خزائن العرفان فخر الامثل صدر الافاضل سیدی وسندی الشاہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ العزیز محدث مراد آبادی نے ۱۹۱۹ء میں جاری فرمایا تھا۔ جو پورے عالم اسلام پر آفتاب بن کر چکا اور لوگ اس کی روشنی میں راہ یاب ہوتے رہے لیکن حالات زمانہ کی گردشوں کے باعث یہ عظیم رسالہ کچھ سالوں کے بعد بند ہو گیا۔ اب انہیں کے قائم کردہ ادارے اہل سنت کی مرکزی درس گاہ الجامعۃ النعیمیہ کے فارغ التحصیل حضرت مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی اس عظیم الشان رسالے کو از سر نو جاری کر رہے ہیں میری دعا ہے کہ رب قدر اپنے حبیب کے طفیل اس رسالے کو ہماری امیدوں سے زیادہ مقبول اتمام بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

صدرالفاضل کی خدمات کو عام کرنے کی ضرورت ہے

مولانا عبدالرحمن ثقانی نعیمی

خادم التدریس دارالعلوم شان محمدی رحمت گنج متصل شاہ آباد رامپور

محبت مکرم حضرت مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

”سواد اعظم“ کی نشاۃ ثانیہ پر آپ کو دل کی گہرائیوں سے بہت بہت مبارک باد یقیناً آپ نے ایک اہم اور ضروری قدم اٹھایا ہے جس کے لئے آپ جماعت اہل سنت کی جانب سے شکریہ کے حقدار ہیں۔

صدر الافاضل علیہ الرحمہ اور آپ کا ترجمان مجلہ ”السواد الاعظم“ ملت اسلامیہ کا ایک ایسا سرمایہ ہیں جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ ملت کا درد، قوم کی خستہ حالی کی تکلیف، اغیار کی ریشہ دوانیوں کا سد باب، خانقاہوں کے باہمی ارتباط میں کلیدی کردار اور پوری جماعت اہل سنت کو مجتمع و متحد رکھنا یہ سب وہ خصوصیات ہیں جو ماضی قریب کی کسی شخصیت میں نظر نہیں آتیں۔ یہ حضرت صدر الافاضل ہی کا چہرہ تھا جس پر عوام تو عوام انھیں کو بھی مکمل اعتبار تھا اور آپ نے اپنی خدمات سے اس اعتبار کو درست بھی ثابت کیا چاہے شدھی تحریک کا تعاقب ہو، آریوں سے مناظرے ہوں، خانقاہوں کے آپسی اختلاف کا خاتمہ ہو یا جنگ آزادی میں آپ کا قائدانہ کردار ہو۔

ایک ایسی شخصیت جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے بعد تمام اکابر علماء کا مرجع و ماویٰ ہو بقول پروفیسر اشتیاق حسین کراچی ”امام احمد رضا کے وصال کے بعد اہل سنت کی قیادت حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے ہی ہاتھوں میں تھی اور سب اکابر علماء آپ کی ہی طرف رجوع فرماتے تھے جس کا ثبوت جنگ آزادی کے وقت آپ کا قائدانہ کردار ہے لیکن یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ جس ہستی کو شہرت کے بام عروج پر ہونا چاہیے تھا ہم اس کی خدمات کا یا تو کما حقہ ادراک نہ کر سکے یا پھر ہم نے ان کی طرف سے تساہلی و غفلت کا رویہ اختیار کیا ہوا ہے جو بہر حال قابل تحسین نہیں ہے۔

ایسی صورت حال میں آپ کا ان کے رسالے کو جاری کرنا خوشگوار ہوا کہ جھونکے کی طرح ہے اللہ آپ کو مزید ہمت و قوت عطا فرمائے اور صدر الافاضل اس رسالے کو مقبول انعام بنائے۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم فرمائیں اس عظیم کام میں ہر ممکنہ تعاون کے لئے تیار ہوں۔

سواد اعظم کی اشاعت پر مبارکباد

ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد شاہی امام فتح پوری دہلی

عزیز مولوی غلام مصطفیٰ نعیمی سلمہ اللہ تعالیٰ ایڈیٹر سہ ماہی سواد اعظم دہلی و صدر انجمن رضائے مصطفیٰ و صدر الافاضل اکیڈمی شاہی مسجد فتح پوری کے دفتر میں میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ کی سربراہی میں شائع ہونے والا ماہنامہ سواد اعظم، اب دوبارہ سے شائع کرنے کا پروگرام ہے اور سبھی اساتذہ کرام کی سرپرستی بھی حاصل ہے۔ مجھے اس خبر سے بہت خوشی ہوئی کہ یقیناً سواد اعظم کی اشاعت کا فیصلہ قابل مبارک باد ہے۔ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت صدر الافاضل اس ماہنامہ کو بڑے اہتمام کے ساتھ شائع فرماتے تھے۔ ان کے وصال کے بعد مسلسل اس کی اشاعت نہ ہو سکی تھی۔ بلاشبہ یہ ہمارا بہترین علمی سرمایہ ہے جس کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔ بڑوں کی باتیں بڑی ہوتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان اور حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان کی صحبت میں اور ان کی محبت اور معیت سے صدر الافاضل کا بہت اہم مقام تھا۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کو جنت الفردوس میں رحمتوں کے جھرمٹ میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

حضرت صدر الافاضل کا شاہی مسجد فتح پوری میں تشریف لانا بار بار ہوا اور آپ کے ساتھ حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ و دیگر علماء

کرام بھی یہاں جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ۱۱ ربیع الاول شریف کو بڑی پابندی سے تشریف لاتے تھے۔ ان دونوں حضرات کو میرے جد امجد حضرت علامہ مفتی شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت مخلصانہ محبت تھی اور یہ حضرات ہمیشہ ہی مسجد فتح پوری کو اہل سنت کا عظیم مرکز سمجھتے تھے۔ کوئی سال ایسا نہیں ہوتا تھا جس میں یہ دونوں بزرگ یہاں تشریف نہ لاتے ہوں۔ آج بھی ماشاء اللہ اسی اہتمام سے جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے اور جامعہ نعیمیہ کے فاضل اساتذہ یہاں تشریف لاتے ہیں جن میں جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ مولانا محمد ہاشم صاحب اور حضرت علامہ مولانا مفتی ممتاز احمد نعیمی صاحب قابل ذکر ہیں۔ احقر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق شاہی امام و خطیب مسجد فتح پوری دہلی ان بزرگوں کے استقبال میں پیش پیش رہتے تھے اور اس دور کے واقعات بہت اہتمام کے ساتھ ہمیں سناتے تھے، ان کا وصال یکم رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۱ء بروز جمعہ ہوا تھا تب ہی سے احقر ان خدمات پر مامور ہے۔

عزیز مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی سلمہ اللہ تعالیٰ عالم و فاضل ہیں نیز اچھی علمی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ تصنیف و تالیف کے میدان میں وہ قدم رکھ چکے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ان کی ادارت میں سہ ماہی سواد اعظم پوری شان و شوکت کے ساتھ اور بہترین مقالات و علمی نگارشات کے ساتھ منظر عام پر آتا رہے گا۔ میری دعا اور تعاون ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ رہے گا۔

خدا آپ کو ہمت و قوت عطا فرمائے

مولانا محمد ایوب اشرفی شمسی

خطیب مسجد نور الاسلام بولٹن (برطانیہ)

محبت مکرم مولانا غلام مصطفیٰ صاحب..... سلام مسنون

آپ کی زبانی یہ جان کر کہ آپ سیدی صدر الافاضل شاہ نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کے رسالہ ”السواد الاعظم“ کو بصورت سہ ماہی ”سواد اعظم“ بنا کر از سر نو جاری کر رہے ہیں کتنی خوشی ہوئی یہ بیان نہیں کر سکتا بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے سنیوں کے دیرینہ خواب کو شرمندہ تعبیر کر دیا ہے۔

مولانا غلام مصطفیٰ صاحب آپ کا یہ اقدام بہت سراہے جانے کے لائق ہے مگر یہ بات یاد رکھئے کہ اس راہ میں دشواریاں بہت ہیں قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بیگانوں سے زیادہ اپنوں سے محرومی و مایوسی ملے گی مگر ہمت نہ ہارئے گا نصرت خداوندی اور فیوضات بزرگاں پر بھروسہ کرتے ہوئے آگے بڑھئے یقیناً راہیں کھلیں گی اور منزل آپ کے سامنے ہوگی کیوں کہ صدر الافاضل کی عنایتیں آپ کی رہنمائی کریں گی۔ اس رسالے کی بقا کے لئے صدر الافاضل کا نام ہی کافی ہے کیوں کہ ان کی عظمت کا لوہا اپنے بیگانے سبھی نے مانا ہے ان کے روحانی فیض اور ان کی عنایتوں سے مجھے امید ہے کہ آپ تمام مشکلات سے پار پانے میں کامیاب رہیں گے اور روز بروز آگے بڑھتے جائیں گے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس راہ میں عزیمت عطا فرمائے اور ہر مشکل کو آسان بنائے۔

سواد اعظم کی اشاعت دنیا میں عام ہو جائے

سید یونس علی

صدر مسجد قادری راجپوت نگر کجوری خاص دہلی۔ ۹۴

حضرت علامہ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب نعیمی..... السلام علیکم

سواد اعظم کی نشاۃ ثانیہ پر اراکین کمیٹی مسجد قادری دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ حضرت

صد الافاضل کا یہ رسالہ پوری دنیا میں عام ہو جائے۔ حضرت علامہ ہاشم نعیمی نے ”اسلامی نظریات“ کے رسم اجراء کے موقع پر (جو حضرت مولانا موصوف کا ہی لکھا ہوا ایک نایاب تحفہ ہے) فرمایا تھا کہ ”اے کھجوری والوں! ہم نے تمہارے لئے ایک ہیرا بھیج دیا ہے اس کی قدر کرنا بے شک ہم خوش نصیب ہیں کہ اللہ نے ہمارے بیچ ایسے عالم دین کو بھیج دیا ہے جو پچھلے دو ڈھائی سال سے بہترین تقریروں سے، شاندار تدریس سے نایاب تحریر اور خوشنما اخلاق سے ہم سب کو مستفیض کر رہے ہیں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ مولانا موصوف کے علم، عمل، عزت اور عمر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

مسلم کی درد کا بہترین ثبوت فراہم کیا ہے

مولانا عاقل رضا مصباحی

ناظم تعلیمات جامعہ رضویہ منظر اسلام سودا گران رضا نگر بریلی شریف اہل سنت و جماعت کی نہایت معتمد، ذی وقار شخصیت کا نام صدر الافاضل ہے جنہوں نے اپنی پوری زندگی زبان و قلم سے ملت اسلام کی رہنمائی کا اہم ترین فریضہ انجام دیا۔ اپنی علمی وجاہت اور وسیع دینی خدمات کی بنا پر مجدد دین و ملت سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کے احب الخلفاء ہونے کا عظیم شرف بھی آپ کو حاصل رہا۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قلبی شغف اور والہانہ عقیدت ہی کا ثمرہ تھا کہ آپ کے بے مثال ترجمہ قرآن کنزالایمان کی نہایت جامع اور مستند تفسیر خزائن العرفان تصنیف فرمائی۔ جو کنزالایمان کے ساتھ اہل سنت کا گراں قدر سرمایہ افتخار ہے۔ آپ کے آفاقی فکر و نظر کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک طرف آپ نے فرزند ان اسلام میں دینی شعور، مذہبی جذبہ بیدار کرنے اور علم و ادب کے ماہرین پیدا کرنے کے عظیم مقصد کے پیش نظر ایک عظیم ادارہ اس وقت قائم فرمایا جب اہل سنت و جماعت میں جامعہ رضویہ منظر اسلام کے علاوہ اعلیٰ دینی مدارس کا فقدان تھا۔ بحمدہ تعالیٰ آج بھی یہ ادارہ اپنی آفاقی خدمات کی بنیاد پر عالمگیر شہرت کا حامل ہے اور ”جامعہ نعیمیہ“ کے نام سے اپنی علمی شناخت رکھتا ہے دوسری طرف دینی و علمی ترویج و اشاعت کے پاکیزہ جذبے کے تحت ماہنامہ ”السواد الاعظم“ جاری فرمایا اس کے گراں قدر مضامین آج بھی اپنی افادیت میں ماخذ کا درجہ رکھتے ہیں۔

مجھے یہ جان کر قلبی مسرت ہوئی کہ ”جامعہ نعیمیہ“ سے علمی انتساب رکھنے والے نو جوان عالم دین حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب نعیمی زید حبہ اسی مبارک نام سواد اعظم سے ایک دینی وادبی رسالہ جاری کرنے کا عزم مصمم کر چکے ہیں بلکہ اس کا پہلا شمارہ اشاعت کی منزل میں ہے بلاشبہ ان کا یہ اقدام دین و ادب کے ذخیرہ میں خوش گوار اضافہ ہے۔ عصر حاضر میں لوح و قلم کی افادیت و اہمیت ناقابل تردید حقیقت ہے۔ روز روشن کی طرح یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آج باطل طاقتیں، گمراہ فرقے لوح و قلم کی طاقت کی بنا پر اپنے گمراہ عقائد کی ترویج و اشاعت میں منہمک ہیں۔ جب کہ ہماری جماعت کے بہت سے ایسے افراد عیش و عشرت کی زندگی جی رہے ہیں جن کے لوح و قلم کی توانائی سے اہل سنت کے لئے بیش بہا سرمایہ فراہم ہوتا۔ ایسے حالات میں بلاشبہ مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی ڈھیر ساری مبارک بادیوں کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنی دینی لگن، علمی شغف مسلم کی درد کا بہترین ثبوت فراہم کیا اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر طرف سے مولانا کی حوصلہ افزائی ہو اور ہر شخص مالی، قلمی اور علمی تعاون سے رسالے کو بام عروج پر پہنچانے کی سعی جمیل کرے تاکہ کسی مقام پر بھی مولانا کو اپنی تنہائی کا احساس نہ ہو پھر آخر میں رسالے کی اشاعت پر ڈھیر ساری مبارک باد۔

☆☆☆

مسلم صحافت کا تاریخی جائزہ

محمد فہیم احمد ثقلینی ازہری

بریلی شریف یہ اخبار ۱۸۲۵ء میں جاری ہوا۔ اس کے بعد دہلی ہی سے اردو روزنامہ صادق الاخبار وجود میں آیا اور ۱۸۵۷ء تک مختلف مقامات سے فارسی اور اردو کے بیس سے زائد اخبارات منصفہ شہود پر آئے اور دو چند سال زندہ رہ کر داغ مفارقت دے گئے۔

مسلم اردو صحافت کا دوسرا دور: ۱۸۵۷ء کی انقلابی جنگ کے بعد مسلم صحافت کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ ۱۸۵۷ء سے ۱۸۶۵ء تک مسلم اردو صحافت پر جمود و تعطل طاری رہا اور غالباً کوئی اخبار یا رسالہ قارئین کے مطالعے کی میز کی زینت نہیں بن سکا۔

۱۸۶۶ء میں سر سید احمد خاں نے علی گڑھ سے ”سائنٹیفک سوسائٹی“ نکالا جو بعد میں علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ کے نام سے نکلتا رہا۔ ۱۸۷۰ء میں علی گڑھ ہی سے سر سید احمد خاں نے ماہنامہ تہذیب الاخلاق جاری کیا جو کسی حد تک سیاسی رنگ کا حامل تھا۔ جناب ظفر علی خاں نے ۱۹۱۰ء میں ”زمیندار“ جاری کیا مولانا ابوالکلام آزاد نے کلکتہ سے ۱۹۱۰ء میں ”الہلال“ جاری کیا اور مولانا محمد علی جوہر نے کلکتہ سے ”کامریڈ“ نامی اخبار نکالا جو انگریزی زبان میں نکلتا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے راپور سے ”ہمدرد“ نام کا اردو اخبار نکال کر اردو ادب و صحافت میں ایک نئے باب کا اضافہ کر کے کاروانِ اردو کو مزید آگے بڑھایا۔

سنی صحافت کا آغاز: سنی محققین و مفکرین کی آراء کے مطابق صحافت کی طرف سب سے پہلے امام احمد رضا کے مرید و خلیفہ قاضی عبدالوحید فردوسی پٹنہ نے توجہ کی اور ۱۹۰۸ء میں پٹنہ سے ”تحفہ حنفیہ“ جاری کیا جس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے علاوہ مشاہیر علماء اہل سنت کی نگارشات شائع ہوتی تھیں۔ ۱۹۱۸ء میں مفتی محمد عمر نعیمی نے صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی

اردو زبان میں مذہبی صحافت اور دینی رسائل و جرائد کی تاریخ کم و بیش دو صدی قدیم ہے اس مدت طویلہ میں بے شمار رسائل و جرائد، اخبارات اور مجلات و صحائف افق ہند پر نمودار ہوئے اور دو چند ہائیوں بعد روپوش ہو گئے دوام و استمرار بہت ہی کم جرائد و رسائل کے حصے میں آیا عہد قدیم میں جب نقل مکانی اور ترسیل کے ذرائع محدود تھے کاغذ و پر پس کا وجود نہ تھا اس وقت بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ بات پہنچائی جاتی تھی مگر عصر حاضر میں صحافت ایک مستقل فن اور ایک مستقل شعبے کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ ریاست و حکومت اور امارت و ریاست کا ستون رابع بن چکی ہے مختلف حالات و معاملات کے لحاظ سے صحافت کی متعدد قسمیں ہیں جیسے ہندوستانی صحافت، عربی صحافت، برطانوی صحافت، ہندو تو صحافت، مسلم صحافت، فرنگی صحافت، یہودی صحافت اور عیسائی صحافت وغیرہ وغیرہ۔

عصر حاضر میں صحافت کو میڈیا کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اصلاً اس کی دو شاخیں ہیں (۱) پرنٹ میڈیا، اس میں پندرہ روزہ، ہفت روزہ، روزنامہ اخبارات اور سالنامہ، ششماہی، سہ ماہی اور ماہنامہ رسائل کا شمار ہوتا ہے (۲) الیکٹرانک میڈیا۔ اس میں ریڈیو ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ اور تصویری صحافت وغیرہ آتی ہے۔

مسلم اردو صحافت: متحدہ ہندوستان میں انیسویں صدی عیسوی کی پوری تین دہائی تک اردو عربی یا فارسی کا کوئی اخبار نظر نہیں آتا ہے باختلاف رائے ہندوستان میں شہر کلکتہ سے پہلا فارسی اخبار بنام ”آئینہ سکندری“ ۱۸۳۱ء میں جاری ہوا اس کے بعد پہلا اردو اخبار دارالسلطنت دہلی سے مشہور انشا پرداز مولانا محمد حسین آزاد کے والد مولانا محمد باقر نے ۱۸۳۶ء میں دہلی اردو اخبار کے نام سے جاری کیا اور بقول ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

کیا فرق ہے؟ جہاد کیا ہے؟ دہشت گردی کیا ہے اور کس طرح امت مسلمہ کو عصر حاضر کے جدید فتنوں سے آگاہ کریں اور کس طرح ان فتنوں کا سد باب کریں۔ ہر شخص اچھے طریقے سے اس بات کو جانتا اور سمجھتا ہے کہ حملہ آور جیسا ہو جو ابی کاروائی بھی ویسی ہونی چاہیے اگر دشمن اسلام نے الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ حملہ کر دیا ہے تو اس کا جواب پرنٹ میڈیا کے ذریعے نہیں ہو سکتا اگر پرنٹ میڈیا کے ذریعے اسلام اور پیغمبر اسلام پر حملہ کیا جا رہا ہے تو کسی جلسے کے اسٹیج سے کسی روایتی کمرشیل خطیب کے شعلہ بار خطاب سے اس کا جواب نہیں ہو سکتا اور جب تک ہم ان مسائل کے تئیں حساس دل اور بیدار مغز نہیں ہوں گے اسلامی خدمات کا حقہ انجام نہیں دے سکتے۔ آج صہیونی طاقتیں یہودیوں کے انجینئر قادیانی، شیعہ، سلفی، وہابی، جماعت اسلامی، دیوبندی وغیرہ بذریعہ میڈیا اپنے عقائد باطلہ افکار کا سدہ اور نظریات فاسدہ کی نشر و اشاعت کر رہے ہیں اور جماعت اہل سنت کے ذمہ داران میڈیا کو شجر ممنوعہ سمجھتے ہوئے اس کے ساتھ سوتیلا برتاؤ کر رہے ہیں جس کے نقصانات اظہر من الشمس ہیں۔

میڈیا سے غفلت کیوں؟ آج اہل سنت
و جماعت ہندوستان میں اس بات کے دعویدار ہیں کہ ہماری تعداد اسی فیصد ہے بقیہ تمام مذاہب باطلہ قادیانی، وہابی، شیعہ، مودودی، دیوبندی وغیرہ صرف بیس فیصد کے دائرہ میں محدود ہیں یہ تمام باطل فرقے تنظیمیں تحریکیں حقانیت کے بل بوتے پر نہیں بلکہ سعودی ریال امریکی ڈالر اور یورو پین یورو کے دم پر چل رہی ہیں میڈیا ان کے پاس ہے، اتحاد و اتفاق ان میں ہے پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا بقول شخصے ان کی لونڈی ہے آپ جب نماز فجر کے لئے علی الصباح بیدار ہوتے ہیں تو ان کے جرائد و روزنامے آپ کے در پر دستک دے چکے ہوتے ہیں آج ہم ارباب اہل سنت سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ جلسہ و جلوس و کانفرنسوں میں سالانہ اربوں روپے خرچ کئے جاتے ہیں تو وہ بانیان جلسہ سے دریافت کریں کہ انہیں اسلام و سنیت کے تعلق سے کیا معلومات حاصل

علیہ الرحمہ کی نگرانی میں ”السواد اعظم“ جاری کیا (جواب سہ ماہی سواد اعظم دہلی کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں ہے) اور اسی سن میں امرتسر سے خالص رضویت کا ترجمان الفقہ منصف شہود پر آیا۔ مرکز اہل سنت بریلی شریف سے ۱۹۱۸ء میں مولانا حسنین رضا خاں نے ماہ نامہ ”الرضا“ جاری کیا۔ اس کے بعد ۱۹۳۳ء میں جتہ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نے ماہنامہ ”یادگار رضا“ جاری کیا۔ ماہوار رسائل کے علاوہ سب سے پہلے سنی ہفت روزہ اخبار نواب رامپور کی سرپرستی میں ۱۹۰۳ء میں ”دبدبہ سکندری“ کے نام سے منصف شہود پر آیا جو فروغ سنیت اور اشاعت رضویات میں اہم مقام رکھتا ہے اس کے مدیران مولانا فاروق حسن صابری اور مولانا فضل حسن صابری تھے۔ اس کے بعد ”پیہ اخبار“ لاہور سے پہلے ہفت روزہ بعدہ روزنامہ ہو کر نکلا اس کے بعد بھی جماعت اہل سنت کے پلیٹ فارم سے بے شمار سالانہ، ششماہی، سہ ماہی، ماہنامہ پندرہ روزہ ہفت روزہ اور روزنامہ اخبارات و رسائل اور جریدے منظر عام پر آئے جو سب کے سب راستے میں ہی دم توڑ کر داغ مفارقت دے گئے اور آج ان میں سے ایک بھی جاری و ساری اور باقی نہیں ہے۔

مذہبی صحافت کی اہمیت: ہر قرن و عصر میں مذہبی صحافت کی اہمیت و افادیت مسلم رہی ہے اور آج اس کی ضرورت و اہمیت مزید بڑھ گئی ہے۔ اسلام و مسلمین پر اعدائے اسلام اور باطل پرستوں کے حملے بذریعہ میڈیا دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا مسلم مسائل اور اسلامی معاملات کو روز بروز ایک جدید انداز میں دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل کو مخ کرنے کی سعی لا حاصل کی جا رہی ہے مسلمان آج اس منزل پر آ گئے ہیں کہ پیچھے کھائی اور آگے کنواں ہے اقدامی حالت سے دفاعی حالت میں قدم رکھ چکے ہیں۔ اسلام و سنیت کی حقانیت دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے اس ہتھیار کا استعمال ناگزیر ہے اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو دنیا کے سامنے حق و باطل کا امتیاز کرنا مشکل ہو جائے گا اور ہم یہ ثابت نہیں کر سکیں گے کہ اسلامی تعلیمات اور طالبانی تعلیمات میں

ہوئی، انہیں اسلامیات کے حوالے سے کسی ایک بھی موضوع پر کچھ حاصل ہوا اتنا ضرور ہوتا ہے کہ فضائل و کرامات پر مشتمل فرضی واقعات اور موضوع روایات سن کر اعمالِ حسنہ و نماز پنج گانہ سے عوام دور ہو جاتے ہیں اس طرح قوم کی دولتِ پانی کی طرح بہانے سے کیا حاصل ہوتا ہے اور کیا فائدہ ہے؟ اگر اسی دولت کو غرباء امت جو ہندوستان کے طول و عرض میں بے سہارا ہیں ان پر خرچ کیا جائے کہ جن کے پاس پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے ایک وقت کا کھانا نہیں ہے بے شمار مسلمان نان شبینہ کی محتاج ہیں ان علاقوں میں نہ مدارس ہیں نہ مساجد نہ اسپتال ہیں اور نہ دیگر ضروریاتِ زندگی۔ آج اس طرف بھی توجہ دینے کی سخت ضرورت ہے پورے ہندوستان میں سنیوں کا ایک بھی ایسا اخبار نہیں ہے جو ہماری متحدہ آواز کو اٹھاسکے اور سارے سنی مسلمان ایک دوسرے کے حالات سے باخبر ہوتے رہیں آج ہندوستان کی ہر زبان میں اخبار و رسائل جاری کر کے اسلام و سنیت کی تبلیغ کرنے کی ضرورت ہے ہندوستان کے تمام سنی مدارس و جامعات کی کوئی ایسی یونیورسٹی نہیں ہے جہاں فضلاء مدارس عصری علوم حاصل کر سکیں اور عقائد کا تحفظ ہو سکے۔ آج ہم اس وقت تک میڈیا کے ذریعے اسلام و سنیت کی تبلیغ اور خدمت انجام نہیں دے سکتے جب تک علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ علومِ عصریہ سے بھی آراستہ نہ ہوں میڈیا کو کلمہ پڑھا کر اسلام میں داخل کریں اور مثبت طریقے سے میڈیا کو استعمال میں لائیں اگرچہ بائیان چینلس اور ناظرین چینلس پر فتویٰ کی ضرب کاری لگ چکی ہے اس کے باوجود مانعین چینلس کے مریدین و معتقدین کے گھر ٹی وی چینل سے خالی نہیں ہے دین اسلام قیامت تک کے لئے ہے اس میں ہر مسئلے کا حل موجود ہے اس مسئلے کو حساس طریقے سے لیں اور سنجیدگی سے غور و فکر کریں مثبت پہلو پر نتیجہ اخذ کریں جس سے امت مسلمہ گمراہ ہونے سے بچ سکے اور ان کے عقائد محفوظ رہ سکیں۔

ناک آزار بن جاتا ہے۔

☆☆☆

خادمِ اللہ ریس والافتاء دارالعلوم فیضان شاہ ثقلین قصبہ کمرالہ بدایوں

ہمیشہ اس کی طرف توجہ دلائی جن کے قائد علامہ ارشد القادری ہیں اللہ تعالیٰ ان کے مرقد پر انوار و رحمت کی بارش نازل فرمائے آج سے کم و بیش بیس سال پہلے آپ نے سنیوں سے اس طرف متوجہ ہونے کی دردمندانہ اپیل کی تھی میڈیا کے خطرات اور نقصانات سے قوم کو آگاہ کیا تھا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ کے سینے میں ایک دھڑکتا ہوا دل تھا جو قوم کی پسماندگی اور علماء کی بے توجہی سے سخت پریشان تھا۔ ماہنامہ جام نور کلکتہ فروری ۱۹۶۹ء کے ادارہ میں آپ اپنی قلمی تکالیف کا اظہار اس طرح کرتے ہیں بخوف طوالت بلا تبصرہ تحریر ہدیہ قارئین ہے اس بات پر اکتفا اور اپنی بات ختم کرتا ہوں ”ایک عرصے سے چیخ رہا ہوں کہ زندہ رہنا ہے تو سوچنے اور برتنے کا انداز بدلنا ہوگا فولاد کی تلوار کا زمانہ ختم ہو گیا اب قلم کی تلوار سے معرکے سر کئے جارہے ہیں پہلے کسی محدود رقبے میں کفر و ضلالت کی اشاعت کے لئے سالہا سال کی مدت درکار ہوتی تھی اور اب پریس کی بدولت صرف چند گھنٹوں میں شقاوتوں کا ایک عالمگیر سیلاب اٹھ سکتا ہے۔ ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھئے آج ہندوستان کا ہر فرقہ قلم کی توانائی اور پریس کے وسائل سے کتنا مسلح ہو چکا ہے اتنا مسلح کہ اس کی یلغار سے ہمارے دین کی سلامتی خطرے سے دوچار ہوتی جا رہی ہے بلکہ میں بعض ایسی جماعتوں کی نشاندہی کر سکتا ہوں جن کے وجود کا کوئی سرشتہ ماضی میں نہیں ملتا لیکن اس اجنبیت کے باوجود صرف قلم کے وسائل کے بل پر روئے زمین پر طوفان کی طرح پھیلتی جا رہی ہیں ان کا اجنبی لٹریچر سینکڑوں برس کی قابل اعتماد تصنیفات کو پیچھے چھوڑتا جا رہا ہے فکری مزاج کی تعمیر میں قلم کو جو اہمیت حاصل ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں ہے کہ فکری استحکام کے بغیر کوئی جماعت طوفانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی پریس اور میڈیا ہی کا یہ کرشمہ ہے کہ فتنہ صبح کو جنم لیتا ہے دوپہر تک جوان ہو جاتا ہے اور شام ہوتے ہوتے آبادیوں کے لئے ایک درد

آخری بات: علماء اہل سنت و جماعت نے ہمیشہ سے میڈیا کی طرف سے غفلت برتی حساس دل دانشوران و مفکرین بیدار مغز ملت کا در و قوم کی زبوں حالی کی فکر کرنے والے علماء و مشائخ نے

قدوة الفضلاء، امین العلماء، امام الاصفیاء

حضرت علامہ مولانا محمد گل خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر محمد آصف حسین

مراد آباد میں آمد اور مدرسہ امدادیہ سے وابستگی: مختلف مقامات کی سیاحت اور فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد شیخ الکل کی آمد مراد آباد میں باختلاف روایات ۱۸۶۸ء (۴) یا ۱۸۷۵ء (۵) میں ہوئی۔ یہاں آپ نے مدرسہ اسلامیہ میں حضرت مولانا عبدالعزیز امر وہوی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب علم کیا (۶) مدرسہ اسلامیہ مدرسہ انجمن اہل سنت کے پہلے صدرواب حکیم حامی الدین احمد خاں کے والد اور حضرت مولانا معین الدین نزہت رحمۃ اللہ علیہ کے دوست نواب شبیر حسن خاں تنہا (۱۸۸۶ء) کا قائم کردہ تھا۔ آپ نے ابتدائی ایام میں مولوی سید ابوالحسن صاحب وکیل کے صاحبزادے مولوی سید نور الحسن وکیل کو معقولات کا درس دیا (۷) اور لاکڑی والاں میں ہی قیام کیا۔ (۸)

شیخ الکل کی مراد آباد میں آمد کا ذریعہ کیا رہا ہوگا اس کا کوئی واضح ثبوت نہیں البتہ قرائن کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ آپ قاضی ابرار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے توسل سے مراد آباد تشریف لائے کیوں کہ قاضی صاحب اور مولوی گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کے حلقہ ارادت کے تعلق سے پیر بھائی تھے۔ اور قاضی ابرار احمد صاحب رئیس شہر ہونے کے ناطے مدرسہ امدادیہ کے اہم رکن بھی تھے نیز قاضی صاحب سے ہم آہنگی اور قربت بھی تھی کہ حضرت والا کے انتقال کے بعد قاضی صاحب ہی مدرسہ امدادیہ کے گراں بنائے گئے تھے۔ (۹)

مراد آباد میں جن ایام میں شیخ الکل کی آمد ہوئی وہ انتہائی کس

سرزمین مراد آباد کو جن بزرگوں کی ذات ستودہ صفات سے افتخار و شہرت حاصل ہے، اُن میں قدوة الفضلاء، امین العلماء، امام الاصفیاء، زبدۃ السالکین بحر العلام شیخ الکل حضرت علامہ مولانا محمد گل خان قادری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا بلی ثم مراد آبادی کا نام سرفہرست ہے۔ موصوف کا شمار اُن نفوس قدسیہ میں ہوتا ہے جن کے قدوم مینست لزوم اور گنجینہ علوم و فنون سے بیشمار افراد فیضیاب ہوئے ہیں اور آج بھی ہو رہے ہیں۔ یہی وہ شخصیت ہے کہ جس کے سایہ عاطفت میں صدرا الافاضل علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پروان چڑھی۔

پیدائش اور تعلیم: شیخ الکل مولانا محمد گل خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سید احمد خاں کا بلی رحمۃ اللہ علیہ کے خلف الرشید تھے۔ کابل کے رہنے والے تھے۔ (۱) ولادت باسعادت ۱۸۴۲ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد علم حدیث و تفسیر و فقہ کی تعلیم اپنے وطن مالوف میں مولوی مشک عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی نصر اللہ خاں غزنوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم سے حاصل کرنے کے بعد ان علوم کو جلا جتنے کی غرض سے مختلف بیرونی مقامات پر جا کر اساطین علم و فضل کے آستانوں پر حاضری دی جن میں امام الادب مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری (م ۱۸۸۷ء) مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی (م ۱۸۹۵ء) شیخ احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۸۶ء) اور شیخ محمد کلی کتبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۰۵ء) (۲) اور محدث کبیر علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۶۱ء) (۳) جیسے باکمال اساتذہ علم و فضل شامل ہیں۔

مہر سی کا دور تھا، اگر خواص اپنی حب الوطنی کے باعث حکومت کی نظر میں معتبوب تھے تو عوام قحط سالی میں گرفتار۔ ۱۸۵۷ء کی تحریک میں مراد آباد کے عوام کے جذبہ جہاد و حریت دیکھتے ہوئے ان کے جذبات کو پست کرنے کی غرض سے میتھو ڈسٹ مشن مراد آباد میں آچکا تھا۔ اس مشن نے مراد آباد کے سیکڑوں یتیم و بے سہارا بچوں کو اپنی تحویل میں لے کر عیسائیت کی تبلیغ شروع کر دی تھی۔ اُس وقت شہر میں شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے معتقدین و مریدین موجود تھے جن میں نجم الہند حاجی امداد اعلیٰ صاحب سی ایس آئی ڈی پٹی کلکٹر مراد آباد کا نام سرفہرست ہے۔ ان لوگوں نے مشنیز کے منصوبوں کا تعاقب کیا جس کے نتیجے میں ایک مدرسہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا تاکہ عوام بے دینی، کفر و الحاد اور بدعات سے محفوظ رہ سکیں۔ اس منصوبے کو عملی جامہ ڈیڑھ سال بعد اعلیٰ صاحب نے پہنایا اور اپنی جیب خاص سے ایک مکان خرید کر مدرسہ کی بنیاد ڈالی جو آج بھی مدرسہ امدادیہ کی شکل میں موجود ہے۔

جس اہم ترین مقصد کے پیش نظر اس مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی تھی وہ اس بات کا متقاضی تھا کہ اس کا انتظام و انصرام کسی ایسی شخصیت کو سونپا جائے جو علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی میں بھی منصب امامت پر فائز ہو۔ ڈیڑھ سال بعد اعلیٰ صاحب کی نظر انتخاب شیخ الکل مولانا شاہ محمد گل خاں کابلی رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی اور انہیں اپنے مدرسہ کا پہلا صدر مدرس منتخب کیا۔ شیخ الکل نے انتہائی خلوص و ایثار اور جانفشانی سے خدمات انجام دیں۔ جس کا اندازہ ڈیڑھ سال بعد اعلیٰ صاحب کے درج ذیل بیان سے با آسانی لگایا جاسکتا ہے:

”بنیاد مدرسہ امدادیہ چھٹی مئی ۱۸۸۱ء کو رکھی گئی تھی۔ کئی مہینے تعمیر ملاتوی رہی بفضلہ تعالیٰ ۱۷ جون ۱۸۸۳ء تعمیر ختم ہوئی۔ ۹ نومبر ۱۸۸۱ء سے مدرسہ جاری ہوا۔ ۲۵ جون ۱۸۸۲ء روز امتحان تک ۷۷ مہینے اردن ہوتے ہیں مولوی محمد گل خاں صاحب نے

تعلیم عربی..... شروع کی تھی۔ تمام طلباء کو اعلیٰ کتابیں مولوی محمد گل خاں صاحب نے پڑھائیں..... تعلیم مولوی محمد گل خاں صاحب کی ۹ نومبر ۱۸۸۱ء سے ۲۵ جون ۱۸۸۲ء تک سات مہینے اردن کی ہے اور جس قدر سبق عربی کے ہوئے جب کہ تنہا مولوی گل صاحب تھے سب بلا کراہت جانفشانی سے پڑھائے اور (ذمہ داری) صیغہ بتلانے کے اور قواعد تجوید وغیرہ کا سکھانا سب اپنی ذات پر لی ہے۔ میں مولوی محمد گل خاں صاحب کا شکریہ تہہ دل سے ادا کرتا ہوں کہ تنہا اس قدر محنت کی جو کسی دوسرے مدرس سے ہونا ناممکن تھی۔“ (۱۰)

مدرسہ امدادیہ کے قیام کے ایک برس بعد علامہ مولانا عبدالحمق خیر آبادی صاحب نے ۱۳ جون ۱۸۸۲ء کو ڈیڑھ صاحب کے ہمراہ مدرسہ کا معائنہ کیا اور درج ذیل تاثرات کا اظہار کیا:

”مولانا سید امداد اعلیٰ صاحب ڈیڑھ سال قبل مراد آباد کے ہمراہ مدرسہ امدادیہ دیکھنے کا اتفاق ہوا، جو ڈیڑھ صاحب موصوف کی مساعی جمیلہ سے قائم ہوا ہے۔ وہاں کے حالات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ مولانا محمد گل خاں صاحب جو مدرسہ کے مہتمم ہیں، طلباء کی تعلیم و تربیت توجہ و تہدہ سے کر رہے ہیں، اگر مولانا موصوف اسی طرح محنت کرتے رہے تو اُمید ہے کہ تھوڑی مدت میں اس مدرسہ کے طلباء تمام علوم و فنون میں ماہر ہو کر نکلیں گے اور ڈیڑھ صاحب موصوف کی محنت کا رگر ہوگی۔“ (۱۱)

حضرت مولانا محمد گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت عام، ہر دلعزیزی، حسن کارکردگی، دیانت داری اور مدرسہ کے لئے کی جانے والی مساعی جمیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے روئیداد مدرسہ (مدرسہ عربیہ امدادیہ تاریخ، خدمات، منصوبے) ۱۹۸۰ء میں بھی تحریر ہے کہ:

”مدرسہ کے ابتدائے قیام سے مولانا محمد گل خاں صاحب کابلی (شاگرد خاص مولانا فضل حق خیر آبادی اور مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ) مدرسہ کے تعلیمی و داخلی امور کے ذمہ

وظنور و غمہ و غزل پر حال آئے، اس قسم کے افعال کو مذموم، نامشروع اور بدعت سمجھتے ہیں۔“ (۱۳)

سلوک و معرفت: شیخ الکل مولانا محمد گل خاں رحمۃ اللہ علیہ نے قادری سلسلہ میں شیخ سید محمد الکتبی رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاح کا تعلق قائم فرمایا جو جلد ہی شیخ کی جانب سے اجازت بیعت و خلافت پر منتہی ہوا جب کہ نقشبندی سلسلہ میں مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی سے صاحب مجاز تھے شیخ الکل کے مرید شہر مراد آباد اور اطراف کے علاوہ بمبئی، جونا گڑھ، اکبر آباد اور گجرات وغیرہ تک پھیلے ہوئے تھے۔ سلوک و معرفت میں آپ کے مقام کو سمجھنے کے لئے حضرت شاہ جی محمد شیرمیاں پہلی بھتیجی رحمۃ اللہ کا حضرت صدرالافاضل کو آپ کے پاس بھیجنے کا واقعہ اہمیت کا حامل ہے:

”حضرت صدرالافاضل جب بیعت ہونے کے لئے پیر کی جستجو میں پہلی بھیت میں حضرت شاہ جی محمد شیرمیاں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شاہ جی محمد شیرمیاں رحمۃ اللہ علیہ بڑی محبت سے پیش آئے اور فرمایا میاں! مراد آباد میں محمد گل صاحب بڑی اچھی صورت ہیں، میں مراد آباد جاتا ہوں تو ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں، آپ جس ارادہ سے آئے ہیں، آپ کا حصہ وہیں ہے۔ حضرت صدرالافاضل واپس آئے تو حضرت مولانا محمد گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شاہ جی میاں کے ہاں ہو آئے ہو، اچھا پرسوں جمعہ ہے نماز فجر کے بعد آئیے، آپ کا جو حصہ ہے عطا کیا جائے گا۔ تیسرے روز جمعہ کو بعد نماز فجر حضرت مولانا محمد گل صاحب نے قادری سلسلہ میں بیعت فرمایا۔“ (۱۴)

چند قلامذہ: حضرت مولانا محمد گل خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی سے ہزار ہا تشنگان علم نبوت سیراب ہوئے جن کی صحیح تعداد یا نام دستیاب نہیں البتہ چند نام ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں:

(۱) صدرالافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ

دار تھے۔ مدرسہ امدادیہ کو جلد از جلد ترقی دینے میں موصوف کی شہرت، قابلیت، مساعی و للہیت کا بڑا حصہ رہا۔ اُن کی حسن کارکردگی اور دیانت داری کی وجہ سے ڈپٹی صاحب نے ان کو مکمل طور سے مدرسہ کے سیاہ و سفید کا مالک بنادیا تھا۔ مولانا موصوف کے دور میں اگرچہ مجلس انتظامیہ موجود تھی لیکن عملاً سارے اختیارات مولانا موصوف کو حاصل تھے۔“ (۱۲)

لٹو رہے کہ یہ اعتراف اُس وقت کیا جا رہا ہے کہ جب مدرسہ امدادیہ اُن لوگوں کی تحویل میں ہے کہ جو حضرت مولانا گل رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و نظریات کو بدعت کہتے نہیں تھکتے۔ لیکن یہ حضرت مولانا کا خلوص و للہیت ہے کہ ہزار مخالفتوں کے باوجود حقیقت کا اقرار کرنا ہی پڑا۔

شیخ الکل حضرت مولانا محمد گل رحمۃ اللہ علیہ کی مدرسہ کے لئے کی جانے والی مساعی جمیلہ، آپ کی شخصیت کے اوصاف حمیدہ اور مسلکی نظریات و عقیدہ کا ذکر کرتے ہوئے مرزا نصیر الدین (۱۹۰۹ء) رقم طراز ہیں کہ:

مولوی محمد گل مدرسہ اسلامیہ امدادیہ کے مہتمم اور کابل کے رہنے والے ہیں، ان کی ذات فائز البرکات سے مدرسہ اسلامیہ (امدادیہ) مراد آباد کی رونق و ترقی ہے، عالم باعمل اور علماء کی جماعت میں بے مثال و بے بدل ہیں، ان کے فیوضات کی بدولت ہر سال مجمع علماء میں چار پانچ آدمی دستار فضیلت اور خلعت استفتاء و قابلیت سے مشرف ہوتے ہیں۔ مولوی محمد گل کا مزاج درویشانہ ہے، ریاست رامپور اور دوسرے مسلمانوں سے مدرسہ کی امداد میں جو کچھ ملتا ہے نہایت امانت اور دیانت سے مدرسہ کے کام میں جبکہ خرچ کر دیتے ہیں، خیرات، طعام مسکین، تقسیم شیرینی، حلوہ برائے ثواب رسانی میت یا ارواح بزرگان کو اچھا سمجھتے ہیں اور اہل حدیث کی طرح کفر و بدعت نہیں کہتے ہیں۔ تقلید کے حامی ہیں غیر مقلدوں کو اپنا مخالف سمجھتے ہیں، صوفی بھی نہیں ہیں کہ ان کو برہط

رس فقیہ اور صاحب بصیرت مصنف نظر آتے ہیں۔ آپ کی تصانیف میں چند کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) اثبات المعقول بالمنقول علیٰ رغم الف کل ظلوم و جهول -

(۲) لولؤ المنشور فی مدح والی رام فور

(۳) دُعاء برکت بر طعام ضیافت دُعاء اموات بوقت جمعرات: سولہ صفحات پر مشتمل اس رسالہ میں طعام پر فاتحہ نیز جمعرات کے دن مخصوص طور پر فاتحہ کا اہتمام کے مسائل سے متعلق ہے جس میں مخالفین کو مدلل جواب دیئے گئے ہیں۔ یہ کتابچہ پہلی بار مطبع گلزار ابراہیم مراد آباد سے ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا۔ اس کے سرورق پر یہ عبارت تحریر ہے:

از تالیفات التحریر الفہامہ البحر العلامہ حضرت مولانا مولوی محمد گل خاں صاحب مدرس اوّل مدرسہ امدادیہ دام فوضہم باہتمام کارپردازان و بحسن سعی بعض دوستان و حسب فرمائش شیخ سراج الدین تاجر کتب و معین دوکان مطبع گلزار ابراہیم مراد آباد در مطبع گلزار ابراہیم طبع شد

یہ کتاب مراد آباد اور بیرون مراد آباد کی عوام میں بے حد مقبول ہوئی اور بطور سند پیش کی جانے لگی۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۲۰ء میں مولانا اختصاص الدین صاحب خلف صدرالفاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت برقی پریس مراد آباد سے شائع کیا جس کے صفحہ اوّل سے مدرسہ امدادیہ کو حذف کر دیا گیا تھا۔ اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن ۲۰۰۲ء میں ادارہ ضیاء السنۃ جامع مسجد شاہ سلطان کالونی ریلوے روڈ ملتان سے شائع ہوا۔ (۱۶)

حضرت والا کی اس کتاب سے مخالفین کے حواس باختہ ہو گئے اور گہرا کر اس کتاب کے رد میں منشی شمس الدین ساکن محلہ کسرول نے ایک کتاب ”اتباع السنۃ خیر للامۃ افاضۃ الخیرات فی کل احیان و اوقات“ لکھی جو مطبع شمس المطالع سے شائع

حضرت والا کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ آپ ہی کے ذریعے حضرت والا کا علمی و روحانی فیضان چاروں گنگ عالم میں پھیل رہا ہے۔

(۲) حضرت مولانا منیر محمد ولایتی رحمۃ اللہ علیہ، جب تیسری جماعت کے طالب علم تھے، تو اس وقت ایک رسالہ ”ایقاظ الجبل“ تحریر کیا جو حضرت والا کی کتاب ”براہین بینہ بر اثبات نذر معینہ“ کے خلاف لکھی گئی کتاب ”تنبیہ الکل“ کا جواب تھا۔ یہ رسالہ ۱۹۰۰ء میں مطبع احسن المطالع مراد آباد سے شائع ہوا۔

(۳) حضرت مولانا حافظ امان علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت والا کے شاگردوں میں سرفہرست تھے۔ اور حسب ضرورت اپنے استاذ کی خدمت انجام دینے میں آگے رہتے تھے۔

سفوآخوت: علم و فضل کا یہ آفتاب عالم تاب مارچ ۱۹۱۲ء مطابق ربیع الاول ۱۳۳۰ھ غروب ہوا اور اپنے پیچھے حزم و احتیاط اور ورع و تقویٰ کے زریں نقوش چھوڑے۔ تدفین مراد آباد کی مشہور قلعہ والی مسجد میں عمل میں آئی۔ مزار آج بھی مرجع خلایق اور زیات گاہ خاص و عام ہے، جہاں سے روحانیت کے سرچشمے جاری ہیں اور بے شمار بندگان خدا فیضیاب ہو رہے ہیں۔ ہزاروں آسیب زدہ لوگ مزار مبارک پر حاضری دیتے ہیں اور شفا کے دوام حاصل کرتے ہیں۔ ربیع الاول کو آپ کا عرس مبارک بڑے تزک و احتشام سے منعقد ہوتا ہے۔ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ”روح محمد گل ببستان جنت“ سے تاریخ وفات نکالی۔ (۱۵)

تصنیف و تالیف: درس و تدریس کی مصروفیتوں، مدرسہ کی ترقی و بہبود کے لئے کئے جانے والے اسفار کی صعوبتوں، وعظ و نصیحت کی مجلسوں اور محافل کی ایذا رسانیوں کے باوجود تصنیف و تالیف کی گراں قدر خدمات بھی انجام دیں۔ اپنی تصانیف میں حضرت والا ایک مشاق صاحب قلم، تحریر و انشاء پرداز میں ایک صاحب طرز ادیب، تحقیق و درایت میں ایک نکتہ

ہوئی۔ صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فریق مخالف کی اس کتاب کا دندان شکن مدلل جواب ”فیضانِ رحمت بعد دعائے برکت“ کے نام سے ۱۳۲۰ھ میں تحریر فرمایا۔ جو کہ عنقریب حضرت مولانا یامین صاحب نعیمی کی مساعی جیلہ سے بہت جلد دوبارہ منظر عام پر آنے والی ہے۔

(۴) ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب میلاد مصطفیٰ: یہ رسالہ چونسٹھ صفحات پر مشتمل ہے جو پہلی بار ۱۸۹۳ء میں مطبع گلزار احمدی مراد آبادی سے ۱۰۰۰ کی تعداد میں شائع ہوا۔ اس رسالہ میں میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے معترضین کی جانب سے کئے جانے والے اعتراضات کے مفصل و مدلل جواب تحریر کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے سرورق پر یہ عبارت تحریر ہے:

از تالیفات التحریر الفقہامہ البحر العلامہ حضرت مولانا مولوی محمد گل خاں صاحب مدرس اوّل مدرّسہ امدادیہ دام فیوضہم تبصیح تام مولانا مولوی عبدالمجید صاحب مراد آبادی صانہ اللہ عن شرک عینی وباہتمام احقر احقر العباد راجی الا اللہ الغنی محمد ابراہیم شاہ جہاں پوری در مطبع گلزار احمدی مراد آباد طبع شد

اس رسالہ میں شروع کے دو صفحات پر مصنف کا تحریر کیا ہوا دیباچہ ہے جس پر دیباچہ کی سرخی نہیں ہے۔ اس دیباچہ میں فاضل مصنف نے وجہ تالیف و تاخیر بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کا بھی شکریہ ادا کیا ہے جن کی معاونت و توجہات سے یہ رسالہ منظر شہود پر آسکا۔ یہ عبارت مختصر اُس طرح ہے:

”فقیر خادم العلماء محمد گل کابلی وطن مراد آبادی نزبلا عرض کرتا ہے کہ مدت مدیدہ و ایام عدیدہ سے چند باشندگانِ بلادِ مختلفہ مثل بمبئی، جونا گڑھ، اکبر آباد، مراد آباد و گجرات وغیرہ نے بھڑکام سفر اماکن مذکورہ کے خاکسار سے چند سوالات نسبت جواز مجلس میلاد شریف کے کہ جس ہیئت کذائی سے دیار ہند میں معمول ہے کئے گئے کہ جن کے جوابات مشرع جواز کے مطلع تا مقطع بحوالہ احادیث

صحیحہ کے تحریر ہوئے تھے۔ اس سال ۱۳۳۰ھ (م ۱۸۹۳ء) میں اُن جوابوں مسطور کو جو ورق و ورق ہجوبنات العیش کہیں کہیں پڑے تھے ہجوخوشنہ پروین برشتہ تحریر لا کر مطبوع کیا اور اس رسالہ کا نام ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب میلاد مصطفیٰ رکھا۔ اس جانب کو بوجہ انتظام و سرپرستی مدرّسہ امدادیہ کے اس قدر فرصت نہ تھی کہ تالیف و ترتیب اُن جوابوں میں کچھ حصہ اپنے وقت کا صرف کرتا فلہذا جس قدر کہ اصرار متشوقین کا نسبت تالیف کتاب کے بڑھتا گیا بیش ازاں موانع و قلب فرصت بوجہ مسبوق الذکر راہ تھے اگرچہ احتساباً اللہ میرا مقصد بھی تھا کہ بمقتضائے سائلین و نیز بلحاظ فوائد جمیع المسلمین اُن محذرات مضامین کو ظہور جلوہ دوں۔ لیکن کوئی موقع مہلت قلیل اور کثیر بوجہ درس طلباء افکار و استحصال مدد خرج مدرّسہ کے بادی النظر میں محسوس نہ ہوتا تھا۔ الحمد للہ علی احسانہ کہ دُعا ہائے شائقین مجلس حضور مقبول ہوئیں کہ سامان تالیف و طبع رسالہ ہذا بعنایت ایزدی غیب سے ظہور پذیر ہوا۔

اس رسالہ کا دوسرا ایڈیشن ۱۵۰۰ کی تعداد میں مطبع ریاض الہند آگرہ سے شائع ہوا جس کے سرورق پر یہ عبارت تحریر تھی:

از تالیفات التحریر الفقہامہ البحر العلامہ حضرت مولانا مولوی محمد گل خاں صاحب مدرس اوّل و مہتمم مدرّسہ امدادیہ دام فیوضہم تبصیح و اہتمام مولانا مولوی ولایت علی صاحب اکبر آبادی صانہ اللہ عن شرک عینی با اجازت افضل الفضلاء و اکمل العلماء جناب مؤلف موصوف دام برکاتہم در مطبع ریاض الہند طبع شد

تیسری مرتبہ یہ کتاب مولانا محمد عمر صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی کاوش سے ماہنامہ ”السواد اعظم“ میں ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء قسطوار شائع کی گئی۔ اس کتاب کا بھی جدید ایڈیشن ان شاء اللہ جلد منظر عام پر آ رہا ہے۔

(۵) براہین بینہ بر اثبات خذور معینہ: جیسا کہ اس کے نام سے ہی ظاہر ہے۔ (بقیہ صفحہ ۳۹ پر)

نظریاتی اتھل پتھل کے دور میں اعتدال کی اہمیت

محمد حسنین

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر طرح کی تشدد آمیز کاروائی کو جہاد کا نام نہیں دیا جاسکتا مگر ایسا بھی نہیں ہے کہ اسلام کی خاطر لڑی جانے والی نظریاتی جنگوں کے علاوہ دوسری تمام مدافعتیہ کاروائیوں کو اسلام مخالف تشدد قرار دے دیا جائے۔ یہ صریح طور پر ایک باطل نظریہ کی تشکیل ہے اس سے ایک ایسی فضا ہموار ہوگی جس میں لوگ چور ڈاکوؤں سے لڑنا بند کر دیں گے کسی کمزور کی حق تلفی کو گوارا کر لیں گے، ظلم اور جبر پر آمادہ لوگوں سے چشم پوشی کرنے لگیں گے خطاکاروں کو لاحدود آزادی حاصل ہوگی عابد و زاہد برسر عام رسوا کئے جائیں گے بڑوں کی پگڑیاں اچھلیں گی ذلیل اور کمینے لوگ من مانیں کریں گے۔ اور آخر ایسا کس دلیل کی بنیاد پر کہا جاتا ہے رسول پاک نے تو فرمایا

تھا جو اپنے مال کی حفاظت میں، یا آبرو کی حفاظت کرتے ہوئے، یا اہل خانہ کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہوتا ہے۔

دوسری حدیث کے مطابق اگر کوئی غاصب آپ کا مال چھیننا چاہے اور کوئی مدد پہنچانے والا نہ ہو تب بھی اس سے مقابلہ کیا جائے گا اور اس مقابلے کے نتیجے میں صاحب مال مارا جاتا ہے تو وہ شہید ہے اور اگر غاصب مارا جاتا ہے تو وہ دوزخی ہے۔

اس وقت دنیا میں جو تحریکیں جہاد کے دعوے کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی ہیں انہیں اس دائرہ کار سے الگ رکھنے کا کوئی جواز ہمارے سامنے نہیں ہے۔ مسلمان کی جان مال اور آبرو محض مسلمان ہونے کے نتیجے میں غیر محفوظ ہے اور اس بنیاد پر کچھ لوگ کچھ تنظیمیں باطل قوتوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے پر تشدد راستے اپنانے پر مجبور ہیں تکنیکی طور پر جہاد کی فرضیت کی شرطیں گنواں بے حد آسان کام ہے

یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوتی ہے کہ جہاد جیسے اہم اور مقدس فریضے پر بھی مسلمان متفق نہیں ہیں۔ اگر یہ محض علمی اختلاف ہوتا تو بھی صبر آجاتا مگر جب حالات اور ان پر نام نہاد ذمہ داروں کے بیانات پر بنظر غائر مطالعہ کیا جاتا ہے تو تشویش بڑھ جاتی ہے۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ یہ اختلافات پہلی بار منظر عام پر آئے ہوں۔ ہندوستان میں جب انگریز کرسی اقتدار پر قابض تھے اس وقت بھی ایسے ہتھکنڈوں کا استعمال کیا گیا تھا اور بے چاری قوم اپنے رہبروں کی نادانی کے سبب انگریزوں کے بنے ہوئے پرکشش جال میں خوشی خوشی پھنستی چلی گئی۔ آخر کار نتیجہ یہ نکلا کہ تقریباً دو سو برس کی غلامی کے بعد بھی رہائی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

اختلافات تو پہلے بھی تھے یہ انسانی فطرت کا حصہ ہے۔ بسا اوقات دو بڑے لوگ بھی کسی مسئلے کے حل کے لئے دوا لگ الگ نقطہ نظر اپناتے ہیں اور نتیجتاً دوا لگ الگ راستے تجویز کر ڈالتے ہیں ایسا بھی اسلامی تاریخ میں دیکھنے کو ملتا ہے کہ اپنے نقطہ نظر کو صحیح سمجھنے کی بنا پر کسی بڑے تصادم کی نوبت آگئی اور ہزاروں صلحاء اسی کی نذر ہو گئے مگر اختلاف اور جنگ کی ہما بھی کے دوران بھی ان عظیم المرتبت شخصیتوں نے میدان مارنے کے لئے باطل قوتوں کا سہارا نہیں لیا اور اپنے موقف کی حفاظت کے لئے اپنی تمام تر کاوشوں کو اپنے وسائل اور ذرائع تک ہی محدود رکھا۔ مگر آج صورت حال قدرے مختلف ہے اپنے نقطہ نظر کو صحیح سمجھنا اگر وہ دینا متدارانہ تجربہ پر مبنی ہے کوئی غلط بات نہیں اور اس موقف پر ڈٹ جانا عین انسانی فطرت ہے۔ مگر اس موقف کی حمایت میں اسلام دشمن طاقتوں کو حکم بنانا بہت بڑی تباہی کو دعوت دینا ہے۔

مگر ایمر جنسی بھی کوئی چیز ہوتی ہے؟ کیا ہم نہیں جانتے کہ آپریشن ٹیبل پر جب کسی مریضہ کو لٹایا جاتا ہے تو اسے نامحرم ڈاکٹروں کے سامنے برہنہ ہونا پڑتا ہے کیا ہم اس کی برہنگی کو ناجائز قرار دے سکتے ہیں؟ اگر کوئی عورت گھرے پانی میں ڈوب رہی ہو تو کیا اسے بچانے کے لئے اس کے کسی محرم رشتہ دار کو تلاش کیا جائے گا۔ اگر کوئی ظالم حکمران آپ کے وجود کو مٹا ڈالنے کے لئے کمربستہ ہو جائے اور اس کی پوری قوم اس کی پیٹھ ٹھونک رہی ہو اور مہلک ہتھیاروں سے لیس ہو کر مسلم علاقوں میں گھس کر عورتوں اور بچوں تک کو قتل کر رہی ہو تو اس آبادی کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی جائیگی؟ کیا تاریخ میں ایسی مثالیں موجود نہیں ہیں کہ باغیوں یا مجرموں کی سرپرستی کرنے والے عام لوگوں پر اجتماعی جرم مانے کے گئے کیا وہ تمام یہودی مرد عورتیں اور بچے اسلام کے خلاف باقاعدہ جنگ میں شریک تھے۔ جن کو رسول کریم نے علاقہ بدر کر دیا تھا آخر دنیا بھر میں پچھلی نصف صدی سے جاری سامراجی مظالم کے خلاف اٹھنے والی ان آوازوں کو خاموش کر دیا جائے مستقبل کے لئے آپ کے پاس کون سا لائحہ عمل بچا ہے۔

بڑوں کی بحث میں دنیا دار لوگ کہاں پہنچ گئے اس کے لئے پورے عالم پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالئے افغان عراق جنگ سے پہلے پاکستان چالیس ارب امریکی ڈالر کا قرضہ دار تھا پاکستانی حکمران اس جنگ سے خود کو الگ رکھنا چاہتے تھے صدام حسین سے انہیں کچھ شکایتیں ضرور تھیں مگر طالبان تو ان کے پروردہ اور تربیت یافتہ تھے اس لئے وہ اخیر وقت تک درمیانی راستہ ڈھونڈتے رہے پھر امریکہ نے ان کے سامنے اپنا دو ٹوک مطالبہ رکھ دیا ہمارے ساتھ جنگ میں شریک ہو جاؤ ہم تمہارا کچھ قرضہ معاف کر دیں گے کچھ مزید سہولتوں سے نواز دیں گے اور اگر ہمارے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کیا تو تمہیں پتھر کے دور میں پہنچا دیا جائے گا۔ پرویز مشرف اور اس کے ساتھی باقاعدہ جنگ کے ماہر سمجھے جاتے ہیں مگر ان کی محدود بصیرت دس برس بعد کا منظر نامہ نہیں دیکھ سکتی تھی ایمان کی سلامتی کے لئے تو

کسی ایک مولوی کا فتویٰ کافی تھا مگر تذہب جو تاریخ کے وسیع تر مطالعے سے حاصل ہوتا ہے اس سے بھی وہ محروم رہے نتیجہ یہ ہوا کہ محض پانچ ارب امریکی ڈالر کے قرضے کی معافی کی خاطر وہ دو بڑے مسلم ملکوں کی تاراجی کے کھیل میں امریکی شیطانوں کے آلہ کار بن گئے۔

عراق سے ہمارے نظریاتی اختلافات ہو سکتے ہیں یہ بھی عین ممکن ہے کہ طالبان کی بہت ساری حرکات ناپسند ہوں لیکن کیا اس میں بھی کسی کلام کی گنجائش ہے کہ عراق کی دولت عراقیوں پر صرف ہونی چاہیے اور افغانی ہونے کی حیثیت سے امریکہ کے مقابلے میں افغانی باشندے اس بات کا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں کہ افغانستان پر ان کی مرضی چلے ان کی حکومت چلے۔ آخر یہ کونسی دلیل ہے کہ اگر آپ کے پڑوس میں آگ لگی ہو تو محض اس لئے اس آگ کو ہوا دیں گے کہ وہ پڑوسی آپ کو پسند نہیں کیا ہم نے کبھی اس فطری سادگی سے اقوام عالم بالخصوص عالم اسلام کا مطالعہ کیا۔ بھائیوں میں اختلاف کا ہونا فطری بات ہے مگر خانہ بدوش بھی اتنا سمجھ لیتے ہیں کہ خاندانی رنجشوں کو بھلا کر ہی بیرونی دشمنوں کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے وہ تمام لوگ جو مسلمانوں کی رہنمائی کا شوق رکھتے ہیں اور جنہوں نے خود کو شریعت کی اتھارٹی سمجھ کر خود کو قوم پر مسلط کر رکھا ہے انہیں یہ جان لینا چاہیے کہ ان اٹھنے والے طوفانوں کو اب روکنا بڑی طاقتوں کے بس کی بات بھی نہیں ہے جو سلسلہ افغانستان اور اس کے بعد عراق سے شروع ہوا ہے اس کی زد میں ایک ایک کر کے وہ تمام حکومتیں آنے والی ہیں جو امریکی سوچ کی آلہ کار ہیں۔ نا سمجھ نوجوانوں کی سرگرم حمایت کے لئے اب پورا مسلم معاشرہ اٹھ کھڑا ہوا ہے حسنی مبارک تاریخ کا حصہ بن چکا ہے آج نہیں تو کل فذانی کا بھی وہی حشر ہوگا اور سعودی خاندان کی شاہانہ تمکنت آخری سانس لے رہی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ وہ نصاب بچوں کو پڑھانے پر مجبور ہو جائیں جس میں آج کے نام نہاد دہشت گردوں کو مجاہدین اعظم کے نام سے موسوم کیا جائے۔ ☆ ☆

ایڈیٹر ہفت روزہ چارج شیٹ۔ دہلی

قصہ آل انڈیا تنظیموں کا

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی

تصویر ہے..... خیالی پلاؤ تو جلد ہی حقیقی پلاؤ میں بدل جائے گا..... مگر وہ تنظیم کبھی آل انڈیا نہیں بن پائے گی..... تو تصور کر لینے میں حرج کیا ہے..... جب کچھ سوچو تو کچھ بڑا ہی سوچو..... خواب دیکھ بڑا دیکھ..... گو اس کی تعبیر کبھی بھی نہ ہونے پائے..... لہذا جب کوئی تنظیم بنتی ہے..... آل انڈیا بنتی ہے..... بنانے والا بنا رہا ہے..... خواب دیکھ رہا ہے..... خواب دیکھنے پر کوئی پابندی تو لگا نہیں سکتا..... یہ انڈیا ہے..... جہاں حکومت کی پابندی کا انسان پابند نہیں ہوتا..... یہ آزاد ملک ہے ہر ایک آزاد ہے..... کوئی غلام نہیں..... اگر غلامی پسند ہوتی..... تو بڑھی برطانیہ سے لڑتے کیوں..... جب آزادی ملی ہے..... آزاد رہو..... جو کام کرو..... آزادی سے کرو..... کسی کو کھجلی ہوئی ہے..... جو کسی کی آزادی چھینے جائے..... لہذا پوری آزادی سے روز ایک نہ ایک آل انڈیا تنظیم پیدا ہو رہی ہے..... ہر چند کہ وہ آل انڈیا ہے..... مگر جیسی ہے..... پاکٹ سائز ہے..... نہ کبھی پاکٹ سائز سے بڑی ہوگی..... نہ کبھی جیب سے باہر آئے گی..... باہر آنے کی ضرورت بھی کیا..... ہر کام تو جیب سے ہی ہوتا ہے..... جیب سے باہر نکالنے کی ضرورت کیا..... البتہ جیب میں ڈالنے کی سخت ضرورت ہے.....

جی ہاں! یہ آل انڈیا تنظیم ہے..... اگر کبھی جیب سے باہر آ بھی گئی..... ایک عدد خوب صورت بورڈ تک..... اب وہ بورڈ آل انڈیا تنظیم کا بوجھ اٹھائے ہوا میں معلق ہے..... یا کسی دیوار سے چسپاں ہے..... یا کسی بانس یا بجلی کے کھمبے سے لٹک رہا ہے..... یہ بورڈ خوش نصیب ہے..... لوگوں کی نظر میں ہے..... یادہ اپنی بد نصیبی پر نوحہ کناں ہے..... تنہا وہ لٹک رہا ہے..... جیسے سولی پر چڑھا

آل انڈیا تنظیم..... آل انڈیا تحریک..... آل انڈیا محاذ..... آل انڈیا کونسل..... آل انڈیا اکیڈمی..... جی ہاں..... سب آل انڈیا ہے..... آل محلہ ایک نہیں..... اپنے وقت ولادت سے ہی وہ آل انڈیا ہے..... نہیں وقت ولادت سے نہیں..... وجود میں آنے سے پہلے..... بہت پہلے آل انڈیا ہوتی ہے..... کیوں کہ جب کسی تنظیم کا تصور ذہن میں آتا ہے..... تو وہ تصور ہی میں آل انڈیا بن کر ابھرتا ہے..... آل انڈیا سے نیچے..... نہ کوئی درجہ ہے..... نہ کوئی رقبہ..... اپنا رقبہ انڈیا کے کونے کونے تک پھیلا ہوا ہے..... دائرہ عمل تو وہی ہوگا..... لہذا آل انڈیا ہونا ضرورت سے زیادہ ضروری ہے..... تاکہ پچھم میں پاکستان، یورپ، بنگلہ دیش، چائنا، اتر میں نیپال..... دھن میں سری لنکا ہماری ایک رتی بھر زمین پر قبضہ نہ کر سکے..... نیپال، بنگلہ دیش، سری لنکا سے تو زیادہ ڈر نہیں..... چائنا سے بھی زیادہ خوف نہیں..... البتہ پاکستان تو ہمارا کٹر حریف ہے..... اس سے ہر وقت حد درجہ خطرہ لاحق رہتا ہے..... اس لئے سیاسی تنظیموں کا آل انڈیا ہونا مناسب ہی نہیں..... نہایت کمپلری ہے.....

ہم یہاں مذہبی تنظیموں کی بات کرتے ہیں، مذہبی درسگاہوں میں، تصور و تصدیق، کی بحث خوب توجہ سے پڑھائی جاتی ہے..... تصور وجود خارجی نہیں چاہتا..... یہ وجود خارجی تصدیق کے لئے لازم ہے..... تصور میں وجود ذہنی ہی سے کام چل جاتا ہے..... ذہنی وجود تو ایک تخیل ہے..... حقیقت نہیں..... پہاڑ کا تصور کریں..... ذہن پھٹ نہیں جاتا..... آگ کا تصور کریں..... ذہن جل نہیں جاتا..... بس ایک ذہنی سوچ ہے..... خیالی پلاؤ..... خیالی

..... کوئی پرسان حال نہیں..... اگر وہ تنظیم..... جیب اور بورڈ سے اتر کر کوئی عملی پیش رفت کرتی بھی ہے..... تو صدر، سیکریٹری، ناظم، خازن چار آدمیوں کی میٹنگ ہوگی..... چائے پانی گپ شپ ہوگی..... تاکہ لوگوں کو معلوم ہو..... کہ ہمارے محلہ میں کوئی آل انڈیا تنظیم بھی ہے..... محلہ والوں کو معلوم ہونا بھی ضروری ہے..... تاکہ لوگ انہیں بطور صدر، سربراہ، سیکریٹری جان سکیں..... اور یہ صدر، سیکریٹری، ہر کار خیر کے موقع پر ان سے رابطہ کر سکیں..... چوں کہ یہ آل انڈیا تنظیم ہے..... آل انڈیا پیانہ پر کام کرنے کے لئے فنڈ کی ضرورت ہے..... وہ بھی بڑے فنڈ کی.....

تکلف برطرف..... ہر چیز چھوٹی سے بڑی ہوتی ہے..... آج وہ چھوٹی ہے..... کل تو بڑی ضرور ہوگی..... اس لئے بڑا سرمایہ چاہیے..... تاکہ ارکان اس نوزائیدہ جیسی تنظیم کو آل انڈیا سطح پر لے جا سکیں..... اچھا آل انڈیا کی قید شاید اس لئے بھی لگائی جاتی ہے..... ارکان تنظیم یا ان کا محلہ انڈیا ہی کا ایک جز ہے..... سب جانتے ہیں..... جز سے کل بنتا ہے..... آج وہ جز ہے..... کل تو گل بن ہی جائے گا..... یہ اور بات ہے..... اس کی نوبت کبھی نہیں آئے گی..... کیوں کہ بانی دسربراہ، و صدر اعلیٰ، بانی و جنرل سیکریٹری کے اپنی عمر طبعی تک پہنچنے سے قبل ہی وہ آل انڈیا تنظیم اپنے مرگ تک پہنچ جائے گی..... یہ تو مشاہدہ ہے..... کسی دلیل کی کیا ضرورت..... اگر وہ تنظیم لنگڑاتے لنگڑاتے کسی طرح زندہ رہ بھی گئی..... جو کام سلف سے نہ ہو سکا..... وہ خلف سے کیا ہوگا..... خلف بھی تو اپنے سلف کی راہ ہی چلیں گے..... آگے جانے کی گستاخی وہ کیوں کر کریں گے..... پھر خلف تو خلف ہے..... بالعموم خلف و ولی عہد ناخلف ہی ہوتے ہیں وہ باپ دادا کی شہرت و ناموری کے سہارے چلتے ہیں..... اور اسی بیساکھی کے سہارے زندگی نہایت آرام کی گزار لیتے ہیں..... لہذا وہ آل انڈیا تنظیم سمٹ سکتی اور دہلی ہو جاتی ہے..... لاغر جسم اپنی زندگی کا بوجھ کب تک ڈھوئے گا

..... اب نہیں..... تو تب فنا ہی مقدر ہے..... یہاں ایک بات غور کرنے کی ہے..... جو لوگ آل انڈیا تنظیم بناتے ہیں..... پہلے وہ ماضی کی آل انڈیا تنظیم کو بے جان کرتے ہیں..... پھر مار ڈالتے ہیں پھر فن کر دیتے ہیں..... اس اعتبار سے وہ لوگ گورکن کہے جانے کے مستحق بھی ہیں..... دیکھنا یہ ہے..... وہ ایسا کیوں کرتے ہیں..... کیا کام کرنے کے لئے..... ماضی کو تنظیمیں کافی نہیں تھیں..... وہ تو اپنے کام..... عمر، اصول کے لحاظ سے بہر حال بہت بہتر تھیں..... کام کرنا مقصد ہوتا..... تو ان اسلاف کی تنظیموں کو زندہ رکھتے..... بحال و متحرک رکھتے..... کام بھی زیادہ ہوتا..... اثرات بھی زیادہ ہوتے..... ماضی کی تنظیموں کو زندہ درگور کرنے کی ایک وجہ تو یہ بھی معلوم ہوتی ہے..... یہاں ہر آدمی کو، بانی، کہلانے کا بہت شوق ہے..... اگلی تنظیم فن کر کے دوسری نہ بناتے..... تو پھر بانی کیوں کر کہلاتے دوسری وجہ یہ ہے..... کہ صدر، سیکریٹری کے عہدے پر کیسے پہنچتے..... آل انڈیا سطح کی تنظیم کا تو صدر، سیکریٹری ایک ایک ہی ہوگا..... یہاں ہر ایک کو بننا کہلوانا ہے..... یہ کام بنا گورکن بنے ممکن ہی نہیں تھا.....

بانی کہلانے کا شوق بے جا..... اور صدر سیکریٹری بنے رہنے کی بدترین لت ہے..... جس نے پرانی یا مقصد تنظیموں کو پہلے زندہ درگور کرنے پر ابھارا..... پھر ایک جیسی ساز آل انڈیا تنظیم کے قیام پر برا بیچتہ کر دیا..... یوں بانی ہونے کا شرف..... ملا صدر سیکریٹری کا باوقار عہدہ بھی ہاتھ آیا..... کام اگرچہ بے وقار ہو..... یا نہ ہو..... کام کے لئے تنظیم قائم بھی تو نہیں کی گئی..... حصول منصب مقصود تھا..... وہ حاصل ہو گیا..... یہ صدارت و سیکریٹری شپ کا منصب بھی ایک عجب بلا ہے..... دنیا کی کوئی ایسی ترقی نہیں..... جو اس نشہ کو اتار سکے..... اس کا مظاہرہ ابھی حالیہ دنوں ہی دیکھنے میں آیا..... جمعیۃ علماء ہند کی صدارت و سیکریٹری شپ کے لئے چچا و بیچتے کے درمیان کیا کچھ نہیں ہوا..... جمعیۃ کے مولانا ارشد مدنی

و مولانا محمود مدنی کی ہیرا پھیری..... پینتر بازی..... اور بیان بازی سے اخباری نمائندے اور قارئین دونوں ہی ادب گئے..... جی ہاں! یہ عہدہ ہی کچھ ایسا حسن بلاخیز ہے..... کہ ہر انسان کسی قیمت پر بھی اسے حاصل کرنا چاہتا ہے..... وہ کسی پل نہیں بیٹھتا..... جب تک اس حسن بلاخیز سے چپک نہ جائے..... عہدہ ہے..... مال ہے..... آسائش ہے..... عوامی آؤ بھگت ہے..... سرکاری پوچھ گچھ ہے..... کام ہو، چاہے نہ ہو..... ملی بھگت ہے..... جیب بھرت ہے..... ایسی جیب بھرو تنظیم، پیٹ بھرو تحریک سے قوم کو کتنا نقصان پہنچا ہے..... قوم اس سے بے خبر نہیں ہے..... ہاں کچھ تنظیمیں ایسی ضرور ہیں..... جو مقامی و محلاتی سطح پر یا شہری سطح پر کچھ نہ کچھ ضرور کرتی ہیں..... مگر ان تنظیموں کو ”آل انڈیا“ لکھنے کا نہ جواز ہے..... نہ ضرورت ہے..... جب ان کی خدمات آل انڈیا سطح پر ہونے لگیں گی..... تو وہ تنظیم خود ہی آل انڈیا متعارف ہو جائے گی..... کسی کے کہنے بتانے کی قطعاً ضرورت نہیں..... لہذا ارکان تنظیم کو چاہیے..... کہ وہ پہلے اپنی تنظیم کی کارگزاریوں کو کل ہند سطح پر لے جائیں..... پھر لوگ خود ہی اسے آل انڈیا سطح کی تنظیم مان لیں گے..... اراکین منوانے کی کوشش میں دبلے نہ ہوا کریں..... بھوک لگتی ہے..... تو انسان خود ہی کھاتا ہے..... تلاش کر کے کھاتا ہے..... حلال نہیں ملتا..... تو حرام کھانے تک سے بھی نہیں چوکتا..... اور جب آسودہ شکم ہو..... تو آپ ٹھونس کر بھی کھلائیں..... تو کھانیں سکتا..... یہی حال تنظیموں کا ہے..... سربراہوں، صدور، سکریٹریوں کا ہے..... کارنامہ اگر اس قابل ہوگا..... تو لوگ از خود قبول کر لیں گے..... اور اگر کام کسی کو نہ کھدرے میں بھی نہیں..... آپ زبردستی ٹھونس کر بھی بانی، صدر، سیکریٹری کہلوائیں گے..... تو لوگ ایک بار نہیں..... دس بار تھوک دیں گے..... کسی بھی قوم یا جماعت میں تنظیم کی ضرورت اپنی جگہ مسلم ہے..... اس کی افادیت سے انکار ممکن نہیں..... مگر تنظیم کو اس کے دائرے تک

محدود رکھیں..... تنظیم کو تجارت نہ بنائیں..... تجارت کرنی ہے..... تو تجارتی میدان کی کمی نہیں..... بازاروں کے بازار کھلے ہیں..... تنظیم تو تنظیم ہے..... یہاں صرف قومی و جماعتی کام ہی کیا جائے گا..... قدم جوں ہی اس ڈگر سے ہٹے گا..... تنظیم بے روح ہو کر رہ جائے گی..... یہ جتنی آل انڈیا تنظیمیں ہیں..... تقریباً سب بے روح ہیں..... بے مقصد ہیں..... مثل مشہور ہے..... جو گر جتا ہے..... برستا نہیں ہے..... آل انڈیا کی رٹ لگانے والے بس گر جتے ہیں..... برستے نہیں..... معاشرہ کو برسات کی ضرورت ہے..... گرج اور کڑک کی نہیں..... جو لوگ قوم کا درد رکھتے ہیں..... وہ زیر زمین کا کرتے ہیں..... ان کا کام ہی ان کا تعارف ہوتا ہے..... کام ہی بولتا ہے..... کام کرنے والے نہیں بولتے..... اور جو لوگ خوب بولتے ہیں..... وہ کام نہیں کرتے..... وہ صرف بول کر ہی بمبئی کی زبان میں ”بول بچن“ سے ہی اپنا کام چلا لیتے ہیں..... خود چلتے بننے ہیں..... معاشرہ کو چلنا کر دیتے ہیں..... یہ نہایت چالاک و ہوشیار لوگ ہیں..... جو کھوٹے سکے خوب چلاتے ہیں..... کھرے سکے چلنے سے روکتے ہیں..... یوں اپنی جیب اور ہاتھ گرم کرتے ہیں اور قوم کو گرمیوں میں جلتے جھلٹے چھوڑ دیتے ہیں..... ایسی حرکت کے لوگوں سے قوم کو ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے..... مگر کب تک؟ ہوشیار لوگ سیانے ہوتے ہیں کہ قوم کی ساری ہوشیاری دھری کی دھری رہ جاتی ہے ایسے سیانے ہوتے ہیں..... کہ قوم کی ساری ہوشیاری دھری کی دھری رہ جاتی ہے..... ایسے سیانے، بہروپے سے جب وقت کے حکمراں مجدد حضرت اورنگ زیب بچ نہیں سکے..... تو اس بھولی قوم کی کیا بساط ہے..... لیکن ایک ہی سوراخ سے مومن دو بار ڈسائیں جاتا..... قوم کو اب آنکھیں مل کر بیدار ہو جانا چاہئے..... ورنہ یہ کب تک ڈسی جاتی رہے گی..... کچھ لوگ دعوت و تبلیغ کے نام پر تجارت کرتے ہیں..... نام دعوت کا، تبلیغ کا، کام تجارت کا..... یہاں بھی بھولے

لوگ دھوکا کھاتے ہیں..... ہوشیار لوگ تجارت کرتے پھرتے ہیں..... بھولے لوگ چولہا پھونکتے، پیاز پھیلتے رہ جاتے ہیں..... بڑے بڑے مال پرست مالدار مال لگاتے ہیں..... ہوشیار لوگ تبلیغ کے نام پر نکلتے ہیں..... شہر شہر گھومتے ہیں..... ایریا بدل بدل کر جاتے ہیں..... کہاں کون سا مال، سامان سستا ہے، کہاں سے کہاں بھیجا جاسکتا ہے..... نقل، حمل، ایکسپورٹ، امپورٹ، کی ساری صورتیں معلوم کر لیتے ہیں..... پھر ہاتھ میلا، نہ پاؤں گندا، نام لیا تبلیغ کا..... خوب چلایا دھندا..... آدھا مال والوں کا..... آدھا ہوشیار لوگوں کا..... یہ کمیشن کا بیڑا وہ دلالی کے لباس میں نہیں..... جبہ و پگڑی کے پردے میں ہوتا ہے..... کہئے یہ کیسی تبلیغ ہے..... کیسی دعوت ہے..... بھولے لوگ ہر جگہ مار کھاتے ہیں..... ہوشیار لوگ ہر جگہ سے مار کر آتے ہیں..... پانچ ہاتھ کا جبہ، دس ہاتھ کی پگڑی، زبان پراونٹ کی چربی سے زیادہ چکنی چکنی بولی، ہاتھوں میں لمبی لمبی تسبیح، صورت بھولی، حلیہ تقدس مآب..... جب ایسے لوگوں کا ہے یہ گورکھ دھندا..... تو بتائیے، قوم کہاں جائے.....

قوم بھی کم ہوشیار نہیں..... مگر تمام ہوشیاری کے باوجود ہوشیار لوگوں کے ہتھے چڑھ جاتی ہے..... اوکھلی میں سر کیا دیا، موسل کی مارد نادان پڑنے لگی..... پھر بھی ہوشیار نہیں ہوتی..... بیدار نہیں ہوتی..... مار کھانے میں ہی مزہ آتا ہے..... یہ ساری کہانی وہاں ہوتی ہے..... جہاں آل انڈیا تنظیم کا بورڈ لگا ہوتا ہے..... آل انڈیا تحریک کا پرچم لہراتا ہے..... یہ آل انڈیا تحریک ہے..... یا آل انڈیا تباہی ہے..... یہ آل انڈیا تنظیم ہے..... یا آل انڈیا تمویل ہے..... ان تمام تباہیوں کی جڑ مال کی محبت ہے..... یہ جڑ جس دن کٹ جائے گی..... تنظیم و تحریک کا شجر ہرا ہو جائے گا۔

☆☆☆

برکات رضا فاؤنڈیشن ممبئی

(بقیہ صفحہ ۱۳۳)

اس کا موضوع نذور معینہ ہے۔ یہ کتاب ۱۳۱۷ھ میں شائع کی گئی۔ اس کتاب کے سرورق پر یہ عبارت تحریر ہے: از تالیفات التحریر الفہامہ البحر العلامہ حضرت مولانا مولوی محمد گل خاں صاحب مدرس مدرسہ امدادیہ دام فیوضہم بحسن کوشش بلغ میاں محمد اشرف صاحب ومیاں مولوی منیر صاحب باہتمام محمد ولی اللہ تاجرتب مراد آباد۔ بازار چوک در مطبع گلزار احمدی مراد آباد طبع شد

حوالے

(۱) وقائع نصیر خانی (علم و عمل جلد دوم) محضہ ایوب قادری مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء ص ۹۴ (۲) سہ ماہی افکار رضا جنوری مارچ ۲۰۰۴ء ص ۴۵ (۳) رونداد مدرسہ امدادیہ ۱۹۸۰ء (۴) اتباع السنۃ مؤلفہ منشی شمس الدین مطبوعہ گلزار ابراہیم ص ۳ (۵) سہ ماہی افکار رضا جنوری مارچ ۲۰۰۴ء ص ۴۵ (۶) فیضانِ رحمت بعد دعائے برکت مؤلفہ صدر الافاضل محمد نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ ص ۳ (۷) ایضاً (۸) اتباع السنۃ مؤلفہ منشی شمس الدین مطبوعہ گلزار ابراہیم ص ۳ (۹) رونداد امدادیہ ۱۹۱۲ء مطبوعہ جوہر پریس مراد آباد (۱۰) پہلی رونداد مدرسہ امدادیہ مطبوعہ ۱۸۸۲ء (۱۱) رونداد مدرسہ امدادیہ ۱۹۸۰ء (۱۲) ایضاً (۱۳) وقائع نصیر خانی (علم و عمل جلد دوم) محضہ ایوب قادری مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء ص ۹۴ (۱۴) سہ ماہی افکار رضا جنوری مارچ ۲۰۰۴ء ص ۴۵ (۱۵) وقائع نصیر خانی (علم و عمل جلد دوم) محضہ ایوب قادری مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء ص ۹۴ (۱۶) سہ ماہی افکار رضا جنوری مارچ ۲۰۰۴ء ص ۵۳

☆☆☆

مدرس شعبہ عصری علوم، جامعہ نعیمیہ مراد آباد

بڑا قصور وار کون مرد یا عورت؟

نودی قریشی

لگائے جا رہے ہیں مگر کس قدر کھوکھلے ہیں یہ نعرے اور کس قدر جھوٹی ہے یہ بات کہ عورت مرد کے برابر ہے۔ عورت اور مرد دو مختلف جنسوں کی نمائندگی کرتے جن کی آپسی ہم آہنگی پر نسل انسانی کی بقا ہے مگر آج مردوں نے جیسے عورت کو ذلیل کرنے کا عزم کر رکھا ہے اسی لئے ہر مقام پر، ہر موقع پر، اور ہر حالت میں بنت ڈاکو کو ذلیل کرنے پر اتار رہے۔

میری اس تمہید سے مرد بیچ و تاؤ نہ کھائیں یہ کوئی الزام نہیں ایک کڑوی حقیقت ہے۔ بحیثیت مسلمان اگر مذہبی دائرہ میں رہ کر بات کی جائے تو اس سے کسی مسلمان کو انکار کا چارہ نہیں کیوں کہ ایمان والوں کے لئے اللہ و رسول کا فرمان حرف آخر ہے۔

عورتیں مردوں کی ذمہ داری ہیں: اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو مردوں کی نگرانی و رعیت میں رکھا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: **الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ**۔ (النساء ۳۴) مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لئے اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔ (کنز الایمان)

اس آیت نے صاف طور پر بتا دیا کہ مرد عورتوں کے لئے افسر، نگراں اور فضیلت یافتہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ دور شتے ایسے ہیں کہ جن میں عورت براہ راست مرد کے اوپر منحصر ہوتی ہے ایک بیٹی ہونے کی حیثیت سے باپ پر اور بیوی ہونے کی حیثیت سے شوہر پر اب اگر کوئی عورت اپنے گھر کو چھوڑ کر ”شیخ بازار“ بن رہی ہے، اجنبی مردوں سے ”فرینڈ شپ سرکل“ بڑھا رہی ہے روشن خیالی کا نام لے کر صبح کسی کے ساتھ اور شام کسی کے ساتھ گزارتی ہے تو مجھے بتایا جائے کہ زیادہ بڑا قصور وار کون ہے؟ وہ ماتحت عورت جس کے اوپر ایک افسر مقرر ہے، یا وہ ”نکما“ اور ”نا اہل“ مرد جسے قدرت نے منصب افسری دیا تھا۔

عورت جو تصویر کائنات کا رنگ ہے، جو حضرت آدم کے بعد سارے انسانوں کی ماں ہے، جس نے اپنی گودوں میں کھلا کر انبیاء و مرسلین کو پالا، جس کے خون جگر کو بصورت دودھ پی کر کمزور انسان قوی ہیکل بہادر بنتا ہے اور جس کے آنچل کی چھاؤں میں پل کر انسان جوان ہوتا ہے۔ آج وہی عورت اپنی تاریخ کے بدترین دور سے گزر رہی ہے افسوس تو اس بات کا ہے جو مرد اس عورت کی کواکھ سے جنم لیتا ہے وہی اس عورت کی تذلیل و تحقیر کا سبب بنا ہوا ہے۔

ایک عورت کی زندگی میں مختلف دور آتے ہیں اور اسی حساب سے اس کی ذمہ داریاں بڑھتی ہیں اور اس کے نئے رشتے اور نام بھی تجویز ہوتے ہیں۔ یوں تو عموماً ایک عورت اپنی زندگی میں مختلف رشتوں، ناطوں اور حوالوں سے موسوم ہوتی ہے مگر کچھ رشتے ایسے ہیں جو زیادہ نمایاں ہیں (۱) عورت کے لئے سب سے پہلا رشتہ جو دنیا میں قائم ہوتا ہے وہ بیٹی کا ہوتا ہے اور وہ سب سے پہلے دو انسانوں (مرد و عورت) کی بیٹی بن کر آنکھیں کھولتی ہے۔ (۲) دوسرا رشتہ جو عورت کے لئے زیادہ نمایاں ہے وہ بہن کا رشتہ ہے جو اس کے ماں جائے یا باپ جائے کے ساتھ بنتا ہے (۳) تیسرا رشتہ عورت کا تب بنتا ہے جب وہ کسی مرد کے نکاح میں آ کر اس کی بیوی بنتی ہے۔ (۴) چوتھا اہم رشتہ اس وقت بنتا ہے جب عورت اپنے اوپر تمام طرح کی پریشانیاں اٹھا کر اولاد کو وجود بخشی ہے اور ماں کہلاتی ہے۔ ان چاروں رشتوں میں ایک اہم اور خاص بات یہ ہے کہ ان چاروں رشتوں میں عورت کے ساتھ مرد کا تعلق ہے بیٹی کے ساتھ باپ کا، بہن کے ساتھ بھائی کا، بیوی کے ساتھ شوہر کا اور ماں کے ساتھ بیٹے کا۔

اس سب کے باوجود آج کے اس قیامت خیز ماحول میں عورت پستی کے سب سے گہرے مقام پر نظر آتی ہے۔ موجودہ زمانہ جو علمی ترقی کا زمانہ مانا جا رہا ہے۔ جہاں مرد و عورت کی برابری کے نعرے

ہے کہ یہ مردافسری پرنازاں ہوتے ہیں مگر ذمہ داریوں سے گریزاں ہوتے ہیں۔

حاکمیت کی شرطوں میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ حاکم محکوم کے سامنے خود کو مقام ارفع میں رکھے اور خستہ و سطحی باتوں سے پرہیز کرے تاکہ محکوم پر اس کا اثر و بدبہ برقرار رہے مگر آج دیکھنے میں آتا ہے کہ بہن اپنے سگے بھائی کے ساتھ سینما دیکھتی ہے، بیٹی اپنے باپ کے ساتھ فحش مناظر ٹی وی پر دیکھتی ہے نہ باپ کی آنکھوں میں حیا کا پانی اور نہ ہی بیٹی کو احساس شرمندگی، بہن اپنے بھائی کے ”اپن مائنڈ“ ہونے پر فخر کرتی ہے اور بھائی اپنی بہن کی جدت پسندی کو دوستوں سے بیان کرنے میں اچھا محسوس کرتا ہے۔ ایک طرف بیٹی بنا کر عورت کو ذلیل کیا جا رہا ہے تو دوسری طرف بہن جیسے مقدس رشتے کو بدنام کیا جا رہا ہے اس کا سب سے بڑا گناہ گار کون ہے؟ مرد اور صرف مرد کہ وہ باپ اور بھائی کی حیثیت سے نگراں و افسر تھا ماتحتوں کو لائن میں رکھنا اس کی ذمہ داری تھی اس نے اپنی ذمہ داری کو سہی ڈھنگ سے نہیں نبھایا جس کے لئے وہ زیادہ قصور وار ہے۔ ایسا نہیں کہ عورت کی کوئی غلطی نہیں وہ بھی گناہ گار ہے مگر اس سے زیادہ جوابدہی مرد کی بنتی ہے۔

آخری بات: اگر تمام مرد اپنی اپنی حیثیتوں کے مطابق اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے لگیں تو آج کے معاشرہ میں بڑھتی ہوئی بے راہ روی، بدکرداری، آپسی اختلاط، بدگناہی اور آوارگی پر مضبوط گرہ لگائی جاسکے گی اور ایسا کرنے کے لئے مردوں کو آگے آنا ہی پڑے گا کہ قدرت نے اس خدمت کے لئے اسے ہی چنا ہے۔ بازار میں اپنے حسن کی نمائش کرنے والی عورتیں کسی مرد کی بیٹی، کسی کی بہن، کسی کی بیوی اور کسی کی ماں ہوتی ہیں اگر ان کے گھر والے ان پر سہی طرح سے زور ڈالیں اور ضرورت پڑے تو سختی سے غلط باتوں پر پابندی لگائیں تو حیاء و عفت کا سورج جو بے حیائی کے بادلوں میں چھپ گیا ہے پھر سے نکل سکتا ہے۔

☆☆☆

رام گمرینی تال اتر اٹھنڈ

عورتوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے :

عورتیں مردوں کی نگرانی و افسری میں ہیں اس کا حکم خود رب کائنات نے دیا ہے اور اسلامی خواتین نے ہمیشہ اس پر عقیدہ بھی رکھا ہے۔ جب مردافسری بن گئے تو کہیں وہ اس حکم ربی سے غلط فائدہ نہ اٹھائیں اس لئے اللہ نے انہیں عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک کرنے کا پابند بنادیا تاکہ مردافسری کے نشے میں تانا شاہ نہ بن بیٹھیں۔ قرآن فرماتا ہے: وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ (النساء ۱۹) اور ان سے اچھا برتاؤ کرو۔ (کنز الایمان)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کامل ایمان والا وہ شخص ہے جو اپنے اخلاق میں سب سے اچھا ہو اور تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے سب سے بہتر ہوں۔ (ترمذی) ایک اور روایت اس طرح بھی ملتی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ ہم پر ہماری بیویوں کا کیا حق ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب تم کھاؤ تو اسے کھلاؤ، جب تم پہنؤ تو اسے پہناؤ اور اس کے منہ پر نہ مارو اسے برانہ کہو اور اسے گھر کے سوا کہیں نہ چھوڑو۔ (ابوداؤد شریف)

ان ساری تفصیلات سے پتا چلا کہ اللہ نے اگر مردوں کو عورتوں پر حاکم و افسر بنایا ہے تو ان پر ان کی نگہبانی، دیکھ بھال اور حسن سلوک کی اہم ذمہ داری بھی دی ہے۔ مگر مرد حضرات عورتوں پر افسری والی آیت کو خوب یاد رکھتے ہیں، ہر جگہ بڑے فخر سے تلاوت کرتے ہیں اور اس آیت کا مفہوم و مطلب بیان کرتے ہوئے سیدہ ضرورت سے زیادہ چوڑا ہو جاتا ہے، چہرے پر تکمانہ رعب جھلکنے لگتا ہے، آنکھوں کی چمک بڑھ جاتی ہے، احساس برتری سے پھولے نہیں سماتے اور ایسا لگتا ہے جیسے ان ”حضرت“ سے زیادہ قرآن سمجھنے والا بڑی مشکل سے ہاتھ آئے مگر جب ان کے سامنے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک، برابری کے معاملات پر بات کی جائے تو اس طرح سے بیٹھ جاتے ہیں جیسے سطح سمندر پر بلبلے بیٹھ جاتے ہیں۔

یہی حاکمیت ہے؟ ایسے مرد جو اپنے مطلب کی باتیں ہر جگہ تلاش کرتے ہیں ان کے بارے میں کسی نے ٹھیک ہی کہا

وہابیوں کے مقتدا ابن تیمیہ کی شرعی تحقیق

صدر الافاضل الشاہ نعیم الدین مراد آبادی

ابوالحسن سبکی اور ان کے فرزند ارجمند علامہ تاج الدین سبکی اور شیخ امام عز بن جماعہ اور ان کے زمانہ والے اور ان کے سوا علماء شافعیہ، مالکیہ، حنفیہ کے کلام کا مطالعہ کرے ابن تیمیہ نے متاخرین صوفیہ پر ہی اعتراض کرنے میں اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس نے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ جیسے اکابر صحابہ پر بھی اعتراض کیا ہے جیسا کہ آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس کا کلام کچھ وزن نہیں رکھتا بلکہ ویرانہ میں پھینکنے کے لائق ہے اس کے حق میں یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ وہ بدعتی گمراہ کن جاہل غالی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنے عدل سے معاملہ کرے اور ہمیں اس کے جیسے عقیدے و طریقے سے بچائے۔ آمین“

اس کے بعد علامہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن تیمیہ نے کن کن اکابر اسلام و اعلام دین پر اعتراض کئے اور افتراء اٹھائے۔ ان میں سے اکابر صحابہ بھی ہیں حتیٰ کہ امیر المومنین امام المسلمین خلیفہ راشد سیدنا و مولانا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی شان میں کہا: ان عمر له غلطات و بلیات و ای بلیات۔ اور امیر المومنین امام المتقین حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں کہا: ان علیا اخطافی اکثر من ثلث مائۃ مکان۔ یعنی معاذ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہت سی غلطیاں اور بڑی بڑی بلائیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین سو سے زائد غلطیاں کیں۔ معاذ اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

حضرت علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: من این یحصل لك الصواب اذا اخطاء علی بزعمك کرم اللہ وجہہ و عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ کہ تجھے کہاں سے صواب حاصل ہو گیا۔ جب امیر المومنین علی اور عمر ابن الخطاب رضی

ابن تیمیہ کو وہابیہ نجد یہ اپنا پیشوا جانتے ہیں اور کبھی اس کے نام کی تصریح کر کے اور کبھی بلا تصریح اس کے اقوال فاسدہ سے تمسک کرتے ہیں۔ ابن سعود جس نے وہابیت کا میگزین ”مجموعۃ التوحید“ چھاپا ہے اس میں بھی ابن تیمیہ کے رسالے شامل ہیں۔ اس شخص کی نسبت خاتم المحدثین علامہ شیخ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی مکی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ حدیثیہ ص ۸۳ میں فرماتے ہیں:

ابن تیمیۃ عبد خذله اللہ واضله واعماه واصمه واذله بذالك صرح الائمة الذین بینوا فساد احواله وکذب اقواله ومن اراد ذالك فعليه بمطالعة کلام الامام المجتهد المتفق علی امامته وجلالته وبلوغه مرتبة الاجتهاد ابی الحسن السبکی وولده التاج وشيخ الامام العز ابن جماعۃ واهل عصرهم وغيرهم من الشافعية والمالكية والحنفية ولم يقتصر اعتراضه علی متاخری الصوفیۃ بل اعترض علی مثل عمر ابن الخطاب وعلی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما کما یأتی والحاصل ان لا یتقام لکلامه وزن بل یرى فی کل وعرو حزن و یعتقد فیہ انه مبتدع ضال ومضل جاهل غالی عاملہ اللہ بعد له وارجاء نامن مثل طریقته وعقیدته وفعله آمین۔

ترجمہ: ابن تیمیہ ایک بندہ ہے جس کو خدا نے رسوا کیا، گمراہ کیا اندھا کیا، بہرہ کیا، ذلیل کیا ائمہ دین نے اس کی تصریح کی جنہوں نے اس کے فساد احوال اور جھوٹے اقوال کا بیان فرمایا جو شخص چاہے وہ امام مجتہد جن کی امامت و جلالت رتبہ اجتہاد کو پہنچی ہے یعنی

وتلميذه ابن القيم الجوزية وغيرهما ممن اتخذوا له
هواه واضله الله على علم وختم على سمعه وقلبه
وجعل على بصره غشاوة فمن يهديه من بعد الله
وكيف تجاوز هؤلاء الملحدون الحدود وتعدو الرسوم
وخرؤا سباح الشريعة والحقيقة فظنوا بذلك انهم على
هدى من ربهم وليسوا كذلك بل هم على اسوأ الضلال
واقبح الخصال وابلغ المقطع والخسران وانهى الكذب
والبهتان فخذل الله متبعهم وطهر الارض من امثالهم۔

ترجمہ: ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم جوزی وغیرہ کی
کتابوں پر کان رکھنے سے بچو، جنہوں نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا
معبود بنایا اور خدا نے اس کو رسوا کیا اور اس کے کان اور دل پر مہر کی
اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈالا اس کے بعد اب کون اسے ہدایت کرے
گا اور بے دینوں نے کس طرح حدود سے تجاوز کیا اور رسماً سے
تعدی کی اور چادر شریعت و حقیقت کو پھاڑ کر یہ گمان کیا کہ وہ اپنے
رب کی طرف سے راہ راست پر ہیں حالاں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ
بدترین گمراہی اور قبیح ترین خصائل اور انتہائی بد نصیبی اور ٹوٹے اور
کذب و بہتان میں ہیں۔ اللہ ان کے قبیح کو رسوا کرے اور ان کے
امثال سے زمین کو پاک کرے۔ آمین

ابن تیمیہ کا یہ حال ہے اور ائمہ دین اور مشائخ و محدثین اس
کے حق میں ایسا فرماتے ہیں۔ اہل اسلام ایسے بیدین سے احتراز
کریں اور اس کی گمراہ کن تعلیم سے بچیں۔ جو حضرت علی مرتضیٰ
کو خطا کار بتاتا ہے۔ یزید کی تعریف و توصیف اس سے کیا بعید
ہندوستان کے بے قید و دین سے آزاد ہو گئے اور ملحدان بے دین
کے دام تزویر میں گرفتار ہیں وہ اگر ایسے فاسد العقیدہ شخص کی تقلید
کریں تو یہ ان کی بدنمذہبی کا ایک ثبوت ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ
ایانا و جمیع المسلمین ۔

☆☆☆

اللہ عنہما تیرے گمان میں خطا کار ہیں۔ اس بے دین نے بہت سے
مسائل ایسے کڑھ دیئے، اجماع کو توڑ دیا، شریعت کے نظام کو درہم برہم
کیا۔ جو شخص کہے ”علی الطلاق“ اس پر کفارہ یحییٰ لازم آئے گا اور
طلاق نہ ہوگی۔ حالاں کہ اس سے پہلے مسلمانوں میں سے کوئی بھی
کفارہ کا قائل نہ ہوا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حائض کی طلاق نہ ہوگی۔
ایسے ہی جس طہر میں قربت ہو اس میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ایسے
ہی یہ مسئلہ کہ نماز عمداً چھوڑ دی جائے تو اس کی قضا واجب نہیں۔ ایسے
ہی یہ مسئلہ کہ حائضہ کے لئے بیت اللہ کا طواف مباح ہے اور اس پر
کفارہ نہیں، ایسے ہی یہ مسئلہ کہ تین طلاقیں ایک کی طرف رد ہو جاتی
ہیں۔ اور اس کا دعویٰ کرنے سے پہلے ابن تیمیہ خود اس کے خلاف پر
مسلمانوں کا اجماع نقل کرتا تھا۔ اس کے علاوہ بہت مسائل ہیں جن
میں اس نے دین کی مخالفت کی مجملہ ان کے یہ ہے کہ بننے والی چیزوں
میں چوہے وغیرہ کی طرح کوئی جاندار مرجائے تو وہ نجس نہیں ہوتی۔ اور
مخالف اجماع نہ کافر ہے نہ فاسق اور رب تعالیٰ محل حوادث
ہے۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک و تقدس۔ اور یہ کہ باری تعالیٰ مرکب
ہے اور اس کی ذات ایسی ہی محتاج ہے جیسا کل جز کا اور قرآن ذات
الہی میں محدث ہے تعالیٰ اللہ عن ذالک۔ اور یہ کہ عالم قدیم بالنوع
ہے۔ اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مخلوق دائم رہا۔ تو اس نے واجب تعالیٰ کو
موجب بالذات قرار دیا۔ نہ کہ فاعل بالاختیار جمیعت و جہت انتقال
کا قائل ہوا اور یہ کہا کہ خدائے تعالیٰ بقدر عرش کے ہے نہ چھوٹا نہ بڑا۔
اور انبیاء غیر معصوم ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی مرتبہ نہیں،
ان کے ساتھ تو سل نہ کیا جائے ان کی زیارت کے لئے سفر کرنا گناہ
ہے۔ اور وہابیہ نے بھی اس کی خوشہ چینی اور ریزہ خواری کی ہے۔ ایسے
ایسے اور اس سے بہت زیادہ ناپاک اور گندے مسائل اس کے ہیں
جن کو حضرت شیخ علامہ نے اپنے اسی فتاویٰ میں ذکر فرمایا ہے۔
دوسری جگہ اسی فتاویٰ کے صفحہ ۴۴ پر یہی علامہ فرماتے ہیں۔

وایک ان تصغی الی مافی کتب ابن تیمیہ

صنم پرستوں کے بلند بانگ دعوے اور ان کی حقیقت

غلام مصطفیٰ نعیمی

دعوے دیکھ لیں جنہیں وہ بڑے فخر کے ساتھ بیان کرتے ہیں اس کے بعد ان کا جائزہ کہ وہ کتنے صحیح کتنے غلط ہیں۔ اہل ہنود کا دعویٰ ہے کہ ”ہماری تہذیب دنیا کی سب سے پرانی تہذیب ہے ہمارے اصول اخلاقیات سب سے بہترین اور مضبوط ہیں۔“ اہل ہنود کا دوسرا دعویٰ یہ ہے (۲) کہ ”ہم دنیا میں سب سے زیادہ باصلاحیت اور کچھ بھی گزرنے والے افراد ہیں اور ساری دنیا میں ہم اس لئے امتیازی حیثیت کے مالک ہیں کہ ہم ہر طرح کی صورتحال میں کچھ بھی کر سکتے ہیں۔“ پتھروں کو پوجنے والوں کا تیسرا دعویٰ ہے کہ ”ہم نے دنیا کو بہت کچھ دیا اور ہماری صلاحیتوں سے دنیا کو کافی کچھ حاصل ہوا یہاں تک ایک وقت میں ہم ساری دنیا کے لئے مثل استاذ رہے ہیں“ یہ وہ دعوے ہیں جو جو ہندوؤں اور چوہوں کو اپنا ”بھگوان“ ماننے والے بڑے فخر کے ساتھ کرتے ہیں اس مضمون میں ان کے انہیں تین دعوؤں کی حقیقت کا جائزہ لیتے ہیں باقی دیگر دعوؤں کے بارے میں پھر کبھی۔

پہلا دعویٰ: ہماری تہذیب دنیا کی سب سے قدیم تہذیب اور عظیم ہے۔“ یہ اہل ہنود کا سب سے بڑا دعویٰ ہے سب سے پہلے اسی کا جائزہ لیتے ہیں۔ یہاں یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ کسی بھی قوم کی تہذیب سمجھنے کے لئے اس قوم کی مذہبی کتابوں اور ان کے مذہبی رہنماؤں کی زندگی کو دیکھنا اور جاننا ضروری ہوتا ہے اسی سے کسی قوم کے صحیح خدوخال سامنے آتے ہیں اور اسی سے سچائی کا پتہ لگتا ہے آئیے سب سے پہلے اہل ہنود کی مذہبی کتابوں کو دیکھتے ہیں کہ ان کی مذہبی کتابیں کتنی ہیں اور ان میں کیا لکھا ہے۔

اہل ہنود کی مذہبی کتب: اہل ہنود کی مذہبی کتابوں میں سب سے بڑا درجہ ”ویدوں“ کا ہے جن کے بارے

ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے افراد رہتے ہیں اور ان میں کچھ افراد ایسے ہیں کہ اپنی اندھی عقیدت میں کھو کر ہوش و خرد سے ایسے عاری ہوئے کہ انہوں نے بندر، چوہا، سور، گائے اور سانپ جیسے جانوروں کو بھی اپنا خدا بنالیا اور سیکڑوں ہزاروں سال سے وہ ان تمام جانوروں کی خدا کی حیثیت سے پوجا کرتے چلے آ رہے ہیں اسی وجہ سے آج بھی بہت سارے ممالک ہندوستان کو سپیرے اور مدار یوں کا ملک کہتے ہیں حد تو یہ ہے کہ اس ملک کے صنم پرست اس بات کو بطور فخر بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ملک میں انسان تو انسان پتھر بھی پوجے جاتے ہیں۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا ذہنی معیار کس درجے کا ہے اور انہیں دنیا میں کس مقام پر ہونا چاہیے۔

جب محمد بن قاسم نے ۷۱۲ء میں ہندوستان کی سرزمین پر اپنی فوجوں کے ساتھ قدم رکھا اور اس کے کچھ عرصے بعد تک مسلم حکمران آتے جاتے رہے یہاں تک کہ حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کے ساتھ اسلام ہندوستان کا مضبوط مذہب بن گیا جب اسلام کی تہذیب لوگوں پر ظاہر ہوئی تو ہند کے رہنے والوں نے بڑی تیزی سے اسلام قبول کرنا شروع کیا جس سے گھبرا کر صنم پرستوں نے اپنے ہم مذہبوں میں یہ لاف گزنی شروع کی کہ ہندو تہذیب دنیا کی سب سے پرانی اور عظیم تہذیب ہے اور ہم نے دنیا کو بہت کچھ دیا ہے ساری دنیا نے ہماری تہذیب سے جینے کا ڈھنگ سیکھا ہے اور ہم نے ہی ساری دنیا کو معاشرتی طرز پر رہنے کا سلیقہ دیا ہے۔

اہل ہنود کے ایسے ہی چند بانگ دعوؤں اور ان کی حقیقت پسندانہ جائزہ اگلی سطروں میں آئے گا پہلے اہل ہنود کے چند اہم

میں ان کا عقیدہ ہے کہ یہ ”ایش وانی“ یعنی خدا کا کلام ہے ”وید“ چار ہیں (۱) رگ وید (۲) سام وید (۳) اتھرو وید (۴) یجرو وید۔ ان چار ویدوں کے علاوہ اپنشد، پران اسمرتیاں وغیرہ کو ان کی مذہبی کتابوں کا درجہ حاصل ہے ان کی کل تعداد ”متر مشر“ کے مطابق ۵۷ ہے اور محقق ”نیل کنٹر“ کے مطابق ۹۷ ہے۔ ایک دوسرے ہندو محقق ”کلاکر“ نے ان کی تعداد ۱۳۱ بتائی ہے۔

چار ویدوں کے علاوہ ان کی مشہور کتابیں یہ ہیں راماین، بھاگوت پران، بھاگوت گیتا، منواسمرتی، کلکی پران، مہا بھارت، رام چرت مانس وغیرہ اور ان سب کتابوں میں ویدوں کے بعد سب سے زیادہ قابل عمل اور عظیم کتاب منواسمرتی کو سمجھا جاتا ہے منواسمرتی صنم پرستوں کا سماجی دستور اور زندگی کے لئے رہنما دستور العمل ہے۔ جس میں معاشرے میں رہنے کے طریق و آداب بتائے گئے اور ایک مثالی معاشرے کی تشکیل کے راز بھی بتائے گئے ہیں۔ آئیے اب دیکھتے ہیں کہ ان کتابوں میں کیا لکھا ہے۔

خدا کا تصور: جو قوم یہ دعویٰ کرے کہ وہ دنیا کی سب سے قدیم مذہب اور اعلیٰ تہذیب کی حامل ہے اس قوم میں خدا کے بارے میں اتنے متضاد اقوال ہیں کہ آپ حیران رہ جائیں گے۔ ہندو مذہب کے کچھ شارحین خدا کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں مگر اس کی تشریح و تفسیر میں بے حد اختلاف ہے کوئی رام کرشن کو بھگوان (خدا) مانتا ہے کوئی بھارت ماتا کو اپنا معبود قرار دیتا ہے، کوئی زندہ انسانوں کا خون پینے والی ”کالی دیوی“ کو خدا مانتا ہے۔ کوئی اس ”کالی دیوی“ سے لڑنے والے اور لڑائی میں ہارنے والے شکر جس کے گلے میں ہمیشہ سانپ پڑا رہتا ہے۔ کو خدا مانتا ہے، سندھ کے علاقے میں بابولال پیراگی کو خدا مانا جاتا ہے، مشرقی راجپوتانہ میں سائیں لال داس کو اور یوپی کے علاقوں میں رام وکرشن کے علاوہ کبیر داس جیسے لوگ بھی خدائی کے منصب پر فائز ہیں کچھ لوگ زیادہ ہی فراخ دل واقع ہوئے ہیں انہوں نے ”دگنیش کی سواری چوہے ہی کو“ ”اوتار“ مان لیا اور کچھ لوگ گائے کو اپنا خدا مانتے ہیں ان کی نظر میں گائے ہی ایشور ہے، گائے ہی وید ہے

اور گائے ہی گیان ہے (گرو جی سمگر درشن ۹۵/۲)

اس اقتباس سے اندازہ لگائیں کہ جو قوم خود کو سب سے مہذب اور قدیم تہذیب کا علم بردار بتائے اس کی ذہنی مفلسی کا یہ عالم ہے کہ وہ آج تک اپنے خدا کے وجود پر ہی متفق نہ ہو سکی کسی نے انسانوں کو خدا بنایا کسی نے انسانوں کا خون پینے والی کو اور کسی نے جانور ہی اپنا خدا بنا کر تسلی کر لی کہ انہیں کو خدا بنا لو جب چاہو ان سے بغاوت کر دو یہ کیا باگڑ لیں گے۔

جب یہ قوم صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اپنے خدا کے وجود پر اتنا اختلاف رکھتی ہے تو ذرا سوچئے کہ یہ سماج و معاشرہ میں رہنے کے لئے اور ایک مثالی زندگی گزارنے کے لئے کیسے اصول و ضوابط رکھتے ہوں گے آئیے ذرا ان کے سماجی دستور پر بھی ایک نگاہ مار لی جائے تاکہ بخوبی اندازہ ہو جائے کہ ان کی تہذیب کتنی مہذب اور اعلیٰ ہے۔

ہندو سماج کا طبقاتی نظام: ویدک عہد وہ زمانہ جس میں بقول ہندو ویدوں کا راج تھا اور سارے کام ویدوں کے مطابق ہوتے تھے اور وہ زمانہ عہد زریں کہلاتا تھا (اس ویدک عہد میں ہندو سماج میں طبقاتی نظام رائج تھا۔ اس نظام کی بنیاد اس عقیدے پر تھی کہ ایک طبقہ ”برہما“ (ہندو عقائد کے مطابق وہ دیوتا جس نے ساری دنیا کو پیدا کیا ہے) کے منہ سے پیدا ہوا ہے اس لئے اس کا درجہ سب سے بڑا ہے اس کا علم کی خدمت کرنا ہے تمام تر تعلیمی مناصب و عہدے اسی طبقے کے پاس رہیں گے اور اس کے حقوق سب سے زیادہ ہیں۔ دوسرا طبقہ ”برہما“ کے بازوؤں سے پیدا ہوا ہے اس لئے اس کا مقام پہلے سے کم ہے اس طبقے کا کام ملک کا نظام چلانا ہے اور اس کے بھی اپنے کچھ حقوق و فرائض ہیں۔ تیسرا طبقہ ”برہما“ کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اس کا کام تجارت کا ہے اور اس کا مقام و مرتبہ پہلے دونوں طبقوں سے کم ہے۔ چوتھا طبقہ ”برہما“ کے پیروں سے پیدا ہوا ہے اس طبقے کا کام پہلے تینوں طبقوں کی خدمت کرنا ہے اور اس کے کوئی حقوق و فرائض نہیں ہیں۔ پہلا طبقہ جو منہ سے پیدا ہوا وہ برہمن کہلایا، دوسرا طبقہ راجپوت کہلایا، تیسرا طبقہ

ویشیہ یعنی بننے کے نام سے جانا گیا اور چوتھا طبقہ شودر کہلایا۔ اس شودر کے کوئی اختیار نہیں تھے کوئی حق نہیں تھا نہ اس طبقے کو پڑھنے کا حق حاصل تھا اور اگر کوئی کوشش بھی کرے تو یہ سنگین جرم مانا جاتا تھا جس کی سزا موت بھی ہو سکتی ہے (رامیشور مشرا گو ماتا ص ۱۲، ۱۳)

ہندو سماج کے چوتھے طبقے شودر کو اچھوت بھی کہا جاتا تھا ان کے مکان گاؤں شہر کی آبادیوں کے باہر بنائے جاتے تھے اور ان کو عام لوگوں میں بسنے کی اجازت نہیں تھی اس کے علاوہ ان کے اوپر یہ بھی ضروری تھا کہ وہ ہمیشہ راستے کے کنارے چلیں تاکہ کسی برہمن راجپوت یا بننے کا جسم یا کپڑا کسی اچھوت کے جسم و کپڑے سے نہ لگ جائے ایسا ہونے پر وہ اپنے آپ کو ناپاک مانتے تھے اس لئے اچھوت لوگ راستے کے کنارے چلتے تھے یا پھر اچھوت اچھوت کہتے ہوئے چلتے تھے تاکہ لوگوں کو پتا چل جائے اور وہ اپنے آپ کو بچالیں۔

اس کے علاوہ اس طبقے کو عام ہندوؤں کے کنویں سے پانی پینے کی اجازت نہیں تھی اور نہ ہی وہ مندر میں جا کر پوجا کر سکتے تھے اور نہ ہی وہ کسی عام ہندو کے ساتھ بیٹھ سکتے تھے۔

یہ ہے اس قوم کا طبقاتی نظام جو خود کو سب مہذب و قدیم تہذیب کا حامل بتاتی ہے اسی فرسودہ نظام کا اثر ہے کہ آج بھی ہندوستان کے بہت سارے گاؤں میں ”شودر“ شادی کے دن گھوڑے پر نہیں چڑھ سکتا اور نہ ہی مندر میں گھس کر پوجا وغیرہ کر سکتا ہے۔ ہندوؤں کے اس تعصب و غیر فطری نظام کی مثال اس وقت زیادہ مضبوطی سے ابھری جب مہاراشٹر کے علاقے میں ”شواجی“ نام کے ایک دلت نے طاقت حاصل کر اپنی ایک ریاست بنائی تو اپنے راجتک کے لئے پنڈتوں کو بلایا تو پنڈتوں نے یہ کہہ کر ان کا رد کیا کہ اگر ہم نے اسے ہاتھ سے ٹیکہ لگایا تو ہم ناپاک ہو جائیں گے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ ٹیکہ کوئی برہمن ہی لگا سکتا ہے جب سارے پنڈتوں نے انکار کر دیا تو ”شواجی“ نے ایک پنڈت کو بنارس سے بلایا وہ پنڈت اس شرط پر ٹیکہ لگانے کو تیار ہوا کہ وہ ٹیکہ تو لگائے گا مگر ہاتھ سے نہیں پیر سے لگائے گا۔ آخر شرجی مجبور ہو کر

شواجی کو اس پنڈت کے پیر سے اپنے ماتھے پر ٹیکہ لگوانا پڑا تھا۔ غور کریں! ایک حاکم ہے مگر طبقاتی نظام کی وجہ سے کہ وہ شودر تھا اس لئے حاکم ہونے کے باوجود اسے ہاتھ سے ٹیکہ نہیں لگایا گیا اور ایک حاکم کو اپنے محکوم کے پیر سے ماتھے پر ٹیکہ لگوانے کی ذلت اٹھانا پڑی۔ یہ ہے اہل ہندو کی سب سے قدیم تہذیب جو کھلے عام انسانیت کو ذلیل کرتی ہے۔ رہے ان کے اخلاقیات تو ذرا ان کو بھی دیکھ لیں کہ ان کے یہاں اخلاق کا اعلیٰ معیار کیا ہے؟

اخلاقیات کے نمونے: ہندو مذہب میں چوں کہ سب سے بڑا درجہ ویدوں کا ہے اس لئے ویدوں ہی کے حوالے سے ہندو سماج کے کچھ اخلاقی منظر آپ کے سامنے رکھے جاتے ہیں پڑھئے اور سردھنئے۔

رگ وید میں لکھا ہے ہندوؤں کے ایک بھگوان ”اندر دیوتا“ کہتے ہیں کہ ”عورتوں کے ساتھ کبھی دوستی والا معاملہ نہ رکھنا چاہیے ان کا دل بے رحم ہوتا ہے۔“ (رگ وید ۸/۳-۱۷)

ویدوں میں عورت کو جسم فروشی کی اجازت دی گئی ہے یہی وجہ تھی کہ ویدک زمانے میں کچھ عورتیں پورے گاؤں کی ملکیت مانی جاتی تھیں اور ان سے کوئی بھی مرد خواہش نفسانی پوری کر سکتا تھا ہر شخص کو ان سے تعلق بنانے کی آزادی تھی اور ان عورتوں کو ”نگرودھو“ یعنی پورے شہر کی بیوی کہا جاتا تھا۔ یہ ہیں ہندو اخلاقیات کے کچھ نمونے اسی پر ہی اکتفا کرتا ہوں ورنہ تو ایسے ایسے واہیات گندے اور نفس طبعیتوں پر بھاری گزرنے والے واقعات سے ان کی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ جن کو سن کر جنگل کے جانور بھی شرم جائیں۔

دوسرا دعویٰ: اہل ہندو کا دوسرا دعویٰ ہے کہ ”ہم دنیا میں سب سے زیادہ باصلاحیت اور کچھ بھی کر گزرنے والے افراد ہیں“ اس دعوے کی حقیقت کتنی ہے اور اہل ہندو کتنی صلاحیتوں کے مالک ہیں اس کے بارے میں خود انہیں کے گھر سے شہادت لیتے ہیں۔ ہندو کے مشہور محقق ایڈوکیٹ سریندر لال ساگر کہتے ہیں ”کچھ نازی ہندو جھوٹی شان بگھارنے کی نیت سے ویدوں میں سائنس بتاتے ہیں۔ ویدوں میں سائنس بتانے والے ہندوؤں

بطور برتن استعمال کرتے ہیں اسی کو ہندو پتل کہتے ہیں) پر چھوٹ جائے تو اسے شودر کو دینا چاہیے (منواسمرتی ۳/۲۴۶)

ہندوؤں کے ایک دیوتا ”وشنو“ جس کے ہاتھ کی انگلی میں ایک لوہے کا چکر گھومتا رہتا ہے اس نے جلندھر کی بیوی بندا کے ساتھ زنا بالجبر کیا (یوم پران اتر اکھنڈ ۳/۲) اسی وشنو نے شنکھ چون کی بیوی کی عزت و عصمت تارتار کی (شو پران بدھ کھنڈ باب ۲۸) برہمانے اپنی بیٹی سرسوتی پر زنا کی نیت سے چڑھائی کی (شری مد بھاگوت ۱۲/۳) رام نے اپنی بیوی سیتا کو شراب پلائی اور خود نشے میں دھت ہو کر دیگر عورتوں کے ساتھ ناچنے لگے (والسمکی کی راماین)

یہ ہیں اخلاقیات کے وہ نمونے جو اہل ہندو نے دنیا کو دئے ہیں اور اسی وجہ سے وہ خود کو دنیا کا استاد مانتے ہیں۔ ایسے خرب اخلاق، حیاء سوز اور انتہائی فحش کارنامے ایک مہذب سماج میں کبھی جگہ نہیں پاسکتے حیرت ہے اہل ہندو ان گندی روایات کی بنا پر خود کو دنیا کا استاد منوانا چاہتے ہیں بالفاظ دیگر وہ خود کو بے حیائی میں استاذ کا درجہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ بے شک میدان بے حیائی کے استاذ کامل اور چھپتے ہیں یہی وجہ ہے ہندو راجاؤں نے کھجور ہو میں دیواروں پر کچھ مردوں اور عورتوں کی تصویریں بنائی ہیں کہیں ایک مرد تین عورتوں کے ساتھ ہے تو کہیں ایک عورت تین مردوں کے ساتھ اور ایسے ایسے انداز میں دکھایا گیا ہے کہ انسان تو انسان جانور بھی وہ مناظر دیکھ کر شرم سے سر جھکا لیں مگر آپ کو حیرت ہوگی ہندو قوم اور ہندوستانی حکومت اسے بے حیائی نہیں بلکہ اپنا فن وراثت سمجھ کر اس کی دیکھ بھال اور حفاظت کرتی ہے اور ہر سال اس کی حفاظت پر کروڑوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ جسے شک ہو وہ آج بھی جا کر دیکھ سکتا ہے۔ یہ تھے اہل ہندو کے بلند بانگ اور ان کی حقیقت امید ہے کہ قارئین کی معلومات میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہوگا اور آئندہ اگر کبھی کسی بت پرست نے یہ دعوے کئے تو فرزند ان توحید بخوبی جواب دے سکیں گے۔

☆☆☆

کے علاوہ جرمن، امریکہ، انگلینڈ، روس وغیرہ کے سائنسدانوں نے کبھی نہیں کہا کہ ویدوں میں سائنس ہے یہ سبھی ملک سائنس میں سب سے آگے ہیں۔

ان پانکھنڈی ہندوؤں کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں ہے کہ اگر ویدوں میں سائنس ہے تو انہوں نے سائنس کو کیوں نہیں ڈھونڈ نکالا؟ بھارت تو وہ ملک ہے جہاں سوئی تک نہیں بنی سوئی سے لے کر ہوائی جہاز ریل سب غیر ملکی ایجادات ہیں۔ بھارت تو کبھی نیل گاڑی سے آگے نہیں بڑھ پایا جس کا پہیا بھی چین کی ایجاد ہے ایسی صورت حال میں کون مان لے گا کہ ویدوں میں سائنس ہے۔“

(تقدیم ”ویدوں میں کیا ہے“ ص ۶ مطبوعہ ساگر پکاشن مین پوری) اہل ہندو کتنی صلاحیتوں کے مالک ہیں اور کتنا کر گزرنے والے ہیں اس کی حقیقت کھل کر آپ کے سامنے آچکی اور شاید اسی لئے دنیا بھر میں اہل ہندو اور ملک ہندوستان کو محض مدار یوں کا ملک سمجھا جاتا ہے مگر اہل ہندو ہیں کہ یہی مانتے ہیں کہ ہم بہت ہی صلاحیت مند اور قابل ترین افراد ہیں خیر چھوڑے اب اگر یہ اسی خوش فہمی میں مبتلا ہیں تو رہنے دیں۔ بقول غالب ع دل کو بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

تیسرا دعویٰ: مشرکین ہند کا تیسرا دعویٰ یہ ہے کہ ”ہم نے دنیا کو بہت کچھ دیا اور دنیا نے ہماری صلاحیتوں سے بہت کچھ حاصل کیا اور ایک وقت میں ہم دنیا کے لئے مثل استاد رہے ہیں۔“ دیکھ رہے ہیں آپ! تعلیٰ کس معیار کی ہے اور کس اعلیٰ درجے کا اعلان ہے ہم نے دنیا کو بہت کچھ دیا ہے ان لوگوں نے دنیا کو کیا کچھ دیا ہے آئیے ذرا اس کا بھی جائزہ لے لیں۔

اخلاقیات کے باب میں انہوں نے کیا کچھ دنیا کے لئے چھوڑا ہے ذرا دیکھیں منواسمرتی میں لکھا ہے کہ ”شودر برہمن کی لاش کو بھی نہ چھوئے کیوں کہ اس کے چھونے سے برہمن کی لاش بھی ناپاک ہو جاتی ہے۔“ (منواسمرتی باب ۶)

دوسری جگہ لکھا ہے ”کھانے اور دعوت میں جو کھانا زمین پر گر جائے یا پتلوں (پیر) کے پتوں کو سکھا کر کھانا کھانے کے لئے

منظومارج

نعت پاک

تصور کسی کا نہ پہنچے جہاں تک
ہے میرے نبی کی رسائی وہاں تک
نبی تو رہے زندگی بھر عرب میں
مگر ان کا سایہ ہے دونوں جہاں تک
ہوئی ترک جس دن سے سنت نبی کی
میسر نہیں ہم کو امن و اماں تک
ہوئی ان سے ظاہر دوعالم کی ہر شئی!
ہو ۱ روبر و خالق دو جہاں تک
وہ سب دیکھتے ہیں وہ سب جانتے ہیں
وہاں سے یہاں تک یہاں سے وہاں تک
شرف نعت کہتے ہوئے سوچتا ہوں
سجادوں میں لفظوں میں دل و جاں تک

نتیجہ فکر:

شرف الدین شرف نان پاروی
بی/۳، ۳۴۱ راجیو نگر کھجوری خاص دہلی ۹۴

نعت شریف (رباعیات)

مجھ کو بھی مدینے میں بلا لو آقا!
عیبی ہوں مگر آپ کی امت میں ہوں
اصحاب نے دیکھا جو وہی فرمایا
مہتاب تھی یا دھوپ تھی یا نور چراغ
غمگین کے بے بس کے طرف دار ہیں آپ
ہے آپ سے امید شفاعت مجھ کو
دعوائے مساوات نبی ہے بدعت!
فہرست میں آجائے غلاموں کی نام
اسفل ہے تیری فکر تو ہے گندی سوچ
محبوب خدا مثل ہمارے مجبور؟
فریاد ہے فریاد ہے آقا فریاد
طاقت نہیں اب رنج و الم سہنے کی
کیسے کہوں اُس شخص کو اک عام بشر
ڈوبے ہوئے سورج کو نکالا جس نے

کچھ دیر تو قدموں میں بٹھالو آقا!
دامن میں مجھے بھی تو چھپالو آقا!
سامع کی بھی یہ خوب سمجھ میں آیا
اس جسم منور کا نہ دیکھا سایا
کنزور کے بے بس کے مددگار ہیں آپ
خالق کی قسم رحمت غفار ہیں آپ!
مومن کو گوارا نہیں ایسی ذلت
محبوب خدا سے ہے بہت یہ نسبت
گستاخ نبوت! یہ نہیں اچھی سوچ
اصلاح کر اس کی کہ ہے یہ بھدی سوچ
دنیا نے مجھے کر دیا، ایسا ناشاد
آلام سے کر دیجئے مولا! آزاد
جو عرش الہی پہ گیا کر کے سفر
دو کلڑے کیا ایک اشارے میں قمر

نتیجہ فکر: ڈاکٹر صابر سنہلی

سیف خاں سرائے سنہلی ضلع مراد آباد (یو پی)

السواد الاعظم

حضرت مولانا محمد آصف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء

سیرجنت کی ہے دیدار سواد اعظم
تل کی جا آنکھ میں ہے، جائے سوید اول میں
نور مضمون گہر بار سواد اعظم
مدقوں سے ہوں میں بیمار سواد اعظم
خلد میں بھی رہے دیدار سواد اعظم
صرف دنیا ہی میں طالب نہیں آصف یارب

ماخوذ از ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد (شمارہ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ ص ۱)